U32344   1-12-04

Title - Dard Baaqi-o-Durd Saaqi

Author - Khwaja Meer Dard; Murattiba Raja Narsingh Raj Bahadur.

Publisher - Sardar Press (Hyderabad).

Date - Not Available.

Pages - 148

Subjects - Khwaja Meer Dard - Rubaiyaat

دردِ باقی و دردِ ساقی

یہ ایک ایسا نادر مجموعہ ہے جس میں ہندوستان کے ولی کامل
صاحبدل نیوض بین نادر فرد حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے

رباعیات ہیں

جنکا منظومہ ترجمہ علاوہ مضامین و رباعیات مصنفہ خود موحد کامل عالیجناب
معلی الالقاب راجہ گردہاری پرشاد بنسی راجہ محبوب نواز ونت بہادر المتخلص بہ باقی
صدر سررشتہ دار جمعیت باقاعدہ و بیقاعدہ و مشرف باورچیخانہ و خانسامانی سرکار عالی

(فرمایا ہے)

مرتبہ

راجہ نرسنگھراج بہادر خلف اکبر راجہ صاحب مرحوم و مغفور

مطبوعہ

سردار پریس حویلی قدیم حیدرآباد

درد باقی
و
درد ساقی

یہ ایک ایسا نادر مجموعہ ہے جس میں ہندوستان کے ولی کامل
صاحبدل فیوض بین نادر فرد حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے

رباعیات ہیں

جنکا منظوم ترجمہ علاوہ مضامین و رباعیات مصنفہ خود موحد کامل عالیجناب
معلی الالقاب راجہ گردھاری پرشاد بنسی راجہ محبوب نواز ونت بہادر المتخلص باقی
صدر سررشتہ دار جمعیت باقاعدہ و بیقاعدہ و مشرف باورچیخانہ و خانسامانی سرکار عالی

(فرمایا ہے)

مرتبہ

راجہ نرسنگھ راج بہادر خلف اکبر راجہ صاحب مرحوم و مغفور

مطبوعہ

سردار پریس حویلی قدیم حیدرآباد

۱۳۳۲ھ ۱۳۳۲ف

فہرست مضامین دردِ باقی و دُردِ ساقی



تشبیہ راجہ گردھاری پرشاد محبوب نواز ونت بہادر باقی

تمہید

رباعی حضرت میر دردؔ علیہ الرحمۃ

گر دعوئ ہستی ست بہتان ست این — ور شکوہ نیستی ست کفران ست این
اے حضرتِ انسان تحیر انجام — خود را نشناختی چہ عرفان ست این

موت اور زیست کا سوال نہایت نازک اور اہم ہے۔ اس کے سمجھنے سے اپنی ذات کی خبر ملتی ہے۔ اور اس خوشخبری کے حصول سے خیالات کی حالت بدل جاتی ہے۔ انسان کا دل ایک ایسا پلٹا کھاتا ہے کہ جس کے بعد پھر کوئی سوال حل طلب نہیں رہتا۔ اس مسئلہ کی لاپروائی دنیا و مافیہا سے بےخبر رکھتی ہے۔ اور عذاب و ثواب خوف و خطر ادائی فرائض کی کوتاہی اسکی نافہمی کا موجب ہے۔ البتہ اس کے متعلق وہ دوسری روحانی حالت ضرور قابل تعظیم ہے جو انتہائی معراج کہی جاسکتی ہے اور جو شاذ دلدادگانِ خدا کو نصیب ہوا کرتی ہے۔ ایک مرتبہ مہاراجہ یدہشٹر سے جن کا نام دھرم راج بھی تھا اور جن کا ذکر خیر مہابھارت میں جابجا ملتا ہے یہ پوچھا گیا تھا کہ کونسی چیز دنیا میں عجیب و غریب ہے تو اس یکتائے زمانہ مہاراجہ نے یہ جواب دیا کہ انسان موت کے متعدد سانحات دیکھتا ہے اور متاثر ہو کر بھی فراموش ہو جاتا ہے۔

یہی ایک عجیب بات ہے۔ اس سے بڑھکر کوئی اعجوبہ نہیں ” مگر ایسے
شخص کی جس نے دنیا اور اس کے میدان کارزار میں قدم رکھا ہے بغیر
اس سوال کے سوچے سمجھے آنکھیں نہیں کھلتیں کیا دنیوی امور کی ادائی
اور کیا دینی فرائض کی سرانجام دہی بجز اس نازک مسئلہ کی معلومات کے ناممکن
انسان چاہے لاکھ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ وہ اس
دریا کا تیراک ہے اور ہزار طرح سے اپنی تحریر و تقریر یا بود و باش ظاہری
سے بتلائے کہ اس نے اس رمز کو پا لیا ہے جو منشاء زندگی ہے۔
ہرگز عرصہ دراز تک اس راز کو پردۂ خفا میں نہیں رکھ سکتا ہے ایسا کام
جو اسکی راستی اور راست بازی و فراست سے مبرا ہو نمایاں ہوگا اور پیدا ہوگا
اور نام و شہرت کی خواہش رو ڑے اٹکانے گی۔ اور آخرکار اس کا
یہ انجام ہوگا کہ سعی لاحاصل ثابت ہوگی اور سب تدبیریں بے سود۔
ہم دیکھتے ہیں کہ سیکڑوں کام آغاز ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اور شاندار
طریق سے ان کا افتتاح ہوتا رہتا ہے۔ لیکن آج اکثر ان میں سے نابود ہیں
نام و نشان تک نہیں ملتا۔ ان کے وجوہ نیستی کی تحقیقات کیجائے تو
صرف اسی ایک نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں کہ ناکمل زندگی۔ خواہش نام و شہرت
اور عدم موجودگی صداقت نے ایسے کاموں کو ملیا میٹ کر دیا اور آج وہ
جا نشینی میں روپوش ہیں۔ امیر ہو یا غریب دانا ہو یا نادان جب تک اس
بات کو اچھی طرح نہ سمجھ لے وہ کسی کام کے لائق نہیں رہتا نہ اس کا کوئی
کام بارآور ہو سکتا ہے۔ صرف سمجھ لینا یا کسی چیز کا ظاہری علم رکھنا کافی نہیں
ہے بلکہ عمل کرنا ظاہر و باطن میں صفائی اور یکرنگی پیدا کرنا نہایت لازمی اور
ضروری ہے۔ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ پاک اور اعلیٰ زندگی ہی دوسروں کی

فلاح کر سکتی ہے اور ایک مقدس عملی زندگی ہزارون زندگیون کو راہ راست پر لا سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو خود نہ سنبھلے دوسرونکو کیا سنبھالیگا۔ جو خود نہ عمل کرے کسی اور سے کیا عمل کی توقع رکھ سکتا ہے جس دل مین خود درد نہ ہووہ کسی اور کے درد کو کیا جانے۔

ہر کسے ناصح برائے دیگران		ناصح خود یافتم کم درجہان	
درد بسمل کو غیر کیا جانے	عالی	جو کہ گھائل کبھی ہوا ہی نہو	

کسی کو یہ کہنے کا ہرگز استحقاق نہین ہے کہ دنیا ایسے شخصیتون سے خالی ہے جو ان معاملات کے رازدان کہے جا سکتے ہین یا جنہون نے اپنے فرائض زندگی کی تکمیل مین کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھا بغیر اعمال نیک اور صفائی قلب بے غرضانہ خلق کی خدمت دشوار ہے اور اس کے لیئے بزرگان دین کی صحبت یا معلم روحانی کی ضرورت ہے۔ قلب کی صفائی اور عملی زندگی کے بغیر دینی اور دنیوی فرائض مین کوئی سرخرو نہو سکا۔ نہ اہل دنیا نے ایسے شخص کی عزت کی جس نے اس جگہہ آنے جانے کے سلسلہ کو غور سے دیکھکر خود کو جانا اور پہچانا وہی کامل ہوا اور اوسی نے دنیا مین ایسے کام کیئے جو آج تک سیکڑون ہزارون برسون کے بعد بھی بالکل ایسے ہی تازہ ہین جیسے کہ اوائل مین تھے۔ اب تک ان کا نیک نام نہایت عزت و محبت سے لیا جاتا ہے جنہون نے جیتے جی خلق خدا کی بے مثل خدمت کی۔ اور مرنیکے بعد بھی

نادر تصانیف رہنمائی مشتاقین اور طالبین کے لیئے چھوڑ گئے - وہ
بے شک زندہ رہیں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے ان کا کلام
ان کی دائمی زندگی ہے اور ایسا بیش قیمتی خزانہ ہے کہ جو باوجود صرفا
کبھی نہیں گھٹتا اور نہ اوس میں کوئی کمی ہوتی - ان کا بے نظیر کلام
نصائح و پند کی صورت میں اب بھی ہر وقت دستگیری کرتا ہے -
اور متلاشی دین دنیا کو رہبری کا کام دے رہا ہے - مبارک ہیں ایسے
بزرگ جنہوں نے احسان عام کیا ہے - اور مبارک ہے وہ قوم اور
سرزمین جہاں ایسے متبرک اور مبارک شخصیں پیدا ہو کر اپنے وجود
مسعود کی غیر موجودگی کے باوجود دیگر ہزارہا مخلوق خدا کے حق میں
کارآمد اور مفید ثابت ہو رہے ہیں - صفائی باطن کے حاصل کرنے
میں کسی تخصیص کا دخل نہیں ہے نہ یہ کسی خاص مذہب و ملت کا
ورثہ ہے - قدرت سب کے لیئے یکسان رحیم و کریم ہے - اوس کے میزان
عدل میں کبھی کسی کے ساتھ سختی یا رعایت بیجا نہیں ہوتی اور نہ کوئی
متنفس یہ کہنے کا مجاز ہے کہ وہ مالک حقیقی کسی پر زیادہ رحم کرم کرتا ہے
اور کسی پر کم - البتہ یہ ضرور ہے کہ جو اس کی بے ریا اور بے غرضانہ
خدمت کرے وہ اس کا پیارا ہے - اور جو اوسکی مخلوق اور بندون
سے بے تعصب محبت اور الفت برادرانہ کا برتاؤ کرے وہی اسکا
لاڈلا ہے - اس مسئلہ میں زیادہ طوالت دیکر میں اپنی محدود و ناچیز
معلومات سے تضیع اوقات نہیں کرنا چاہتا - میرا مطلب اون بندگان
خدا سے ہے جو عامل و کامل تھے اور خدمت خلق کی ادائی کے اہل
اور قابل مانے گئے - چنانچہ ان میں سے میں دو کامل شخصیتوں کا ذکر

آپ کے روبرو کرنا چاہتا ہوں - جن کو یہ سعادت دارین حاصل تھی میری مراد اس سے حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمتہ سے ہے کہ جن کے پرمغز تصانیف اور صفائی قلب کا نمونہ اس کتاب میں پیش ہوگا۔ اور دوسرے بزرگ میرے محترم و واجب التعظیم والد بزرگوار راحم گرد ہاری پرشاد محبوب نواز وشت باقی جن کے مشاغل زندگی کا اندازہ اسی کتاب سے ہو سکتا ہے - میں نے اس تمہید میں جس مسئلہ کے عنوان کا ذکر کیا ہے وہ ایسے مقبول اور خدا رسیدہ بزرگوں سے متعلق ہے کہ جن کا کلام اپنے صوفیانہ اور مستانہ حالات کا اظہار کر رہا ہے اور محبت و خلوص سے پڑھنے والے کے لئے بے ریا و بے تعصب ذخیرۂ معلومات مہیا کر سکتا ہے -

صاحب اول الذکر کا مختصر حال میں ناظرین کتب کی دلچسپی و معلومات کے لئے کتاب تاریخ شعرا موسومۂ آبحیات مصنفہ محمد حسین صاحب آزاد پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور سے اقتباس کرتا ہوا پیش کرتا ہوں اور راقم کے واجب التعظیم والد بزرگوار کے مختصر مگر ضروری حالات زندگی بھی اسی کتاب میں مندرج کئے گئے ہیں -

حضرت خواجہ میر درد خواجہ محمد ناصر عندلیب کے فرزند تھے - نالۂ عندلیب ابھی تک مقبول عام و اہل دل حضرات کے لئے وحدت اور تصوف کا جام بنا ہوا ہے -

خواجہ میر درد دہلی میں رہتے تھے اور سلسلہ پیری و مریدی کے باعث خاص وقعت رکھتے تھے - بڑے صوفی نقش متوکل مستغنی المزاج تھے - چنانچہ آپ نے ایک دفعہ شاہ عالم کو سخت جواب دیا تھا -

اور ان کے خفگی کی کوئی پرواہ کی۔ آپ زبان اردو کے چار
رکنوں میں سے ایک سمجھے جاتے تھے۔ آپ کا اردو دیوان مختصر
ہے۔ اور آپ نے کبھی قصائد و مثنوی نہیں لکھی۔ آپ نے کئی
مہینے تک مفتی دولت صاحب سے مثنوی شریف کا سبق حاصل
فرمایا تھا۔ آپ کا ایک مختصر دیوان فارسی بھی ہے۔ کم عمری سے
ہی تصنیف کا خداداد شوق تھا۔ (۱۵) پندرہ سال کے سن میں ایک
رسالہ اسرار الصلوٰۃ تحریر فرمایا۔ (۲۹) انتیس سال کی عمر میں
واردات درد نامی ایک رسالہ اور لکھا اور اس کی شرح میں علم الکتاب
ایک بڑا نسخہ تحریر فرمایا جس میں ایک سو گیارہ (۱۱۱) رسالے ہیں اور
ان میں نالۂ درد۔ آہ سرد۔ درد دل۔ سوز دل۔ شمع محفل۔ واقعات
و حرمت غنا وغیرہ شریک ہیں۔ آپ کے کلام میں فی الواقعی
درد ہے۔ آپ کو علم موسیقی میں بے حد ملکہ تھا۔ اکثر اس فن کے
کامل عقیدۃً بغرض معلومات حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے مشاغل
نہایت پاکیزہ و مبارک تھے۔ آپ غضب کے متحمل مزاج تھے۔
میر تقی سودا اور جانجاناں مظہر آپ کے ہم عصر تھے۔ آپ کے
شاگردوں میں قیام الدین قائم فخر استاد تھے۔ اور ہدایت اللہ خاں
ہدایت اور ثناء اللہ خان فراق علاوہ دیگر مشہور شاگردوں کے
قابل ذکر ہیں۔ آپ کا اردو کلام بہت صاف اور بامعنی ہوتا تھا۔ چنانچہ
آپ فرماتے ہیں۔ ؎

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ	بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ

آپ کا اسی مضمون کا فارسی شعر بھی ملاحظہ طلب ہے۔

بسکہ در چشم و دلم ہر لحظہ ای یارم توئی	ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توئی

خواجہ صاحب بتاریخ ۲۴ ر صفر یوم جمعہ ۱۱۹۹ھ (۶۸) برس کی عمر میں بمقام دہلی رہگزاے عالم جاودانی ہوئے۔ کسی عقیدتمند مرید نے آپ کے وفات کی یہ تاریخ لکھی ہے۔

ع حیف دنیا سے سدھارا وہ خدا کا محبوب۔

۱۱۹۹

ہر کام یا ارادہ کی تحریک کا کوئی خاص سبب ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے طبع کرنے کا شوق اس وجہ سے ہوا کہ میں نے حضرت والد مرحوم کی ایک قلمی کتاب کتب خانہ میں دیکھی جس میں خواجہ صاحب کی رباعیات فارسی کا والد مرحوم نے اردو میں ترجمہ فرمایا ہے۔ اسی کتاب میں والد متوفی کے مصنفہ فارسی رباعیات اور بعض پرمغز مضامین دیکھے اور دو تین مرتبہ بغور پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے دیکھنے سے میرے دل پر ہر وقت ایک نیا اثر ہوتا تھا اور میں نے یہ ٹھان لی کہ پھر ایک دورہ کر کے اس کو طبع کراؤں مگر دنیاوی کاروبار کی مسلسل مصروفیت نے عرصہ تک اس خیال کو پورا نہ ہونے دیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب خلاف توقع حال ہی میں میرے اکلوتے بچے کا بتاریخ ۱۱ ر خورداد ۱۳۴۵ف روز دوشنبہ مختصر علالت سے بے وقت انتقال ہو گیا تو مجھے بجائے نشاط ماتم بنے اور احباب کے دلگداز

تعزیت آمیز فقرے سننے کے یہ مناسب معلوم ہوا کہ مین سابقہ خیال کی تکمیل مین وقت کا بیجا مصرف کرون - خدا نے مجھ مین صبر و شکر کی توفیق دی ہے اور مین رنج و راحت سے متاثر ہونا فہم کا قصور سمجھتا ہون - اس لئے مینے اس تصنیف کی تکمیل مین روزانہ تا ختم کار تین چار گھنٹہ وقف کر دیئے اور میرا وقت ان کلامون کے دیکھنے اور جمع کرنے مین بہت اچھا گذرا - مجھے ہندی فارسی اور اردو شاعری سے بہت دلچپی ہے اور مین خصوصاً صوفیانہ کلام کا ہمیشہ شایق رہا ہون - میرا ناقص خیال ہے کہ ایک کامل اور صاحبدل شاعر کی تصنیف چاہے کسی زبان مین ہو نہایت دلکش اور موثر ہوتی ہے اوس کی خوبی نفاست مطالب کا اندازہ اور اوس کی بلند خیالی اور اعلی مضامین کا توازن اور لطف وہی شخص پاسکتا ہے جو اس زبان کا ماہر ہو - اور اوس کے مذاق فہم کے موافق شاعر کے خیالات کا مقصد واضح ہو سکے - اس کتاب مین سب سے پہلے والد مرحوم کی سوانح عمری اور اسکے بعد وہ تحریر ہدیہ ناظرین ہوگی جو والد مرحوم کی جدت طبع اور زور قلم کا نمونہ ہے - اور جس سے حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کی تصنیف کا معائنہ اور اوس کے نسبت پُر درد خیالات کا اظہار فرمایا گیا ہے - والد مرحوم اکثر فارسی کلام فرمایا کرتے تھے اور اُس کے فاضل بھی تھے - اُردو بہت کم کہتے تھے اور وہ بھی محض مذاق طبع اور خاص احباب کی خاطر - چنانچہ خواجہ صاحب کی مصنفہ علم الکتاب کو دیکھنے کے بعد آپ نے صوفیانہ کلام ہونے کی وجہ رباعیات مین ترجمہ فرمایا ہے جو بجنسہ پیش کیا جاتا ہے - اسمین

ناظرین صرف مضامین اور مطالب کی خوبی پر نظر رکھین۔ محاورات و بندشش و غیرہ پر نہین۔ کیونکہ یہ زبان اُن کے لیئے اُس وقت مروجہ نہ تھی۔ آپ نے اس کتاب کی جو تاریخ ختم رباعیات پر فرمائی ہے اُس مین اس طرح ذکر فرماتے ہین۔ ؎

اُنکی جو رباعیات فارس مین تھین — اردو مین کیا گو کہ نہ تھی مشاق

البتہ اسکے بعد جو فارسی رباعیات خود کی مصنفہ ہین وہ ضرور بنظر تعمق و شوق ملاحظہ فرمائیجائین حضرت خواجہ صاحب کا کلام نہایت واضح اور عام فہم ہے اور اسکے دیکھنے سے اس بات کا پورا علم ہوتا ہے کہ آپ کس پایہ کے صاحب کشف بزرگ تھے۔ آپ کا کلام باموقع و محل ہوتا ہے اور اپنا اثر کیئے بغیر نہین رہتا۔ اگرچیکہ اندنون فارسی کا رواج بمقابلہ سابق بہت کم ہوگیا ہے تاہم ابھی وہ زمانہ بہت دور ہے۔ جبکہ قدر دانان کلام فارسی نرہین یا فارسی کلام نظرون سے غایب ہوجائے۔ مین نے اس وجہ سے اس تصنیف کے طبع کرانے کی خاص جرات کی ہے

کہ ہمارے بادشاہ ذیجاہ اعلیحضرت حضور پر نور سیدگاتعالی متعالی مدظلہم العالی وحشمتہ

ہزاکزالٹڈ ہز ہائینس نواب میر عثمان علیخان بہادر خسرو دکن دام اللہ دولتہ نے عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام اور سرپرستی سے علوم مشرقیہ کے جسم مین تازہ جان ڈالدی ہے اور خود قادر و حامی کلام فارسی مین اور والی ملک معانی نیز امرائے ملک مین فاضل اجل عالیجناب راجایان راجہ مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنتہ بہادر سابق مدار المہام نیشکار سرکار عالی جیسے خوش قسمتی سے قدردانان اردو افغان حضرت باقی مرحوم مین

موجود ہین جن سے فارسی۔ اردو اور ہندی شاعری کو سچا ناز ہے ۔
علاوہ ازین بعض ایسے معزز اور قدیم عنایت فرما اصحاب موجود ہین
جو شایق کلام فارسی ہین اور جن کو اب تک اس ناچیز کے والد متوفی کے
کلام اور ان کی خوبیون کی یاد تازہ ہے ۔

مجھے کتب مصنفہ خواجہ میر درد و حالات وغیرہ کی فراہم کرنے اور
اس کتاب کے متعلق قیمتی مشورہ دینے مین میرے والد کے قابل دوست
عالم باعمل عالیجناب مولانا مولوی عبدالجبار خان صاحب آصفی سینئر منتظم
محکمۂ صدر المہامی صرف خاص مبارک نے بیحد امداد فرمائی و نیز جناب
ہنمنت راؤ صاحب مہتمم ہاتاک راؤ صاحب جاگیردار نے نہ صرف وقتاً
فوقتاً زحمت دہی کو قبول فرمایا بلکہ اس کے متعلق پرتجربہ مشورہ دیکر علم دوستی کا
ثبوت دیا۔ مین اصحاب موصوف الصدر کا تہ دل سے مشکور ہون ۔
میری یہ استدعا بیجا نہو گی کہ عجلت مین کوئی سہو کتابت یا سہو نظری ہو گئی ہو
تو براہ کرم اصلاح فرماکر مجھے مشکور فرمایا جائے ۔

مین اپنے اس تمہیدی مضمون کو ختم کرتا ہوا متمنی ہون کہ معزز ناظرین
کی تفریح طبع اور علمی شوق پورا کرنے کے لیئے یہ کتاب مفید ثابت ہو اور
میری یہ ناچیز خدمت کسی حد تک مقبول ہو کر رہے ۔ فقط

خادم ملک

نرسنگ راج

مختصر سوانح عمری عالیجناب راجہ محبوب نواز ونت مرحوم باقیؔ

حالات ابتدائی و خاندانی

ہے میکدۂ دہر میں نام باقی ساقی نہ سہی مگر ہے جام باقی
عالی نہ مٹے گا کبھی نام باقی زندہ جاوید ہے کلام باقی

راجہ گردھاری پرشاد بنسی راجہ محبوب نواز ونت المتخلص بہ باقیؔ بتاریخ غرۂ رجب سنہ ۱۲۷۴ ہجری بمقام حیدرآباد دکن تولد ہوئے۔ آپ رائے نرہری پرشاد صاحب کے فرزند اکبر تھے۔ آپ نے حالات خاندانی اور خدمات کا مختصر تذکرہ اسی کتاب میں فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں حیات باقیؔ منظوم مصنفہ رائے دوارکا پرشاد صاحب افقؔ میں آپ ہی کے حالات کا تذکرہ ہے۔ اس لیئے یہاں تحریر کرنا غیر ضروری سمجھا گیا۔ آپ کے جد اعلیٰ رائے دولت رائے بہ یگانگی باشی حضرت نواب آصفجاہ نظام الملک کے ہمراہ اورنگ آباد آئے اور تا قیام شاہی وہیں رہکر پھر حیدرآباد تشریف لائے۔ آپ کے جد رائے راجارام صاحب متوفی سنہ ۱۱۹۸ ہجری میں محلہ حسینی علم میں مکان خرید کرکے تعمیر عمارت ذاتی کی بنا ڈالی تھی۔ آپ کے خاندان میں سب صاحب خطابات اور مناصب تھے۔ اور علم شاعری اور تصوف کا مذاق وراثتاً چلا آرہا تھا۔ آپ کے والد رائے نرہری پرشاد صاحب علم سنسکرت میں اتنا کافی اور معقول دخل رکھتے تھے کہ بسہولت و آسانی گفتگو فرما سکتے تھے۔ عالم ہی نہ تھے بلکہ عامل بھی تھے۔ آپ کے والد رائے نرہری پرشاد جیو نے معروف و مستند کتاب سنسکرت جوگ واشسٹ

(جو معرفت مین بےنظیر کتاب ہے) نظم ہندی مین ترجمہ فرمایا تھا۔ اور پنڈتان بنارس سے تحقیق اور تصدیق کے بعد بصرفہ آٹھہ دس ہزار روپیہ یہ کتاب عام مین مفت تقسیم کرائی گئی تھی بلکہ راجہ گرد ہاری پرشاد مرحوم کے تصانیف سے گرد ہاری مال مجموعہ بحث ہائے متعدد و گرد ہاری گیان اپدیش وغیرہ ہین صاحب ممدوح نے انتقال کے پندرہ سال قبل گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ اور عمل شغل روحانی مین بالکل مصروف رہتے تھے۔ اور اپنے فرزند اکبر راجہ گرد ہاری پرشاد کو جملہ کاروبار سرکاری اور خانگی تفویض فرما کر بے فکری حاصل کی اور بقیہ عمر یاد الٰہی مین گزاری آپ کا انتقال بتاریخ ۴ ربیع صفر ۱۲۹۷ھ ہوا۔

حالات تعلیم خانہ آبادی وغیرہ

راجہ گرد ہاری پرشاد صاحب مرحوم کے چودہ بھائی بہن تھے۔
آپ کی ایک رباعی مصنفہ مندرجۂ ذیل اس کی وضاحت کرتی ہے۔

رباعی

از جمع برادران بجز من باقی
نقد این عمر شد همه خرچ عبث
مشمر که بکم ز چہاردہ تن باقی
باقی باقیست ہمچو روشن باقی

آپ نے حضرت محمد علی صاحب عاشق سے فارسی تعلیم پائی تھی جو فی الحقیقت سچے عاشق خدا تھے۔ آپکو شاعری فارسی مین بھی حضرت

عاشق صاحب قبلہ اور اُردو مین حضرت فیض صاحب قبلہ سے تلمذ تھا
آپ عرس اوّل الذکر استاد کا بڑی شان اور عقیدت سے فرمایا
کرتے تھے جو ابھی تک ہوتا ہے۔ آپ کی ایک رباعی مین آپنے
اُستاد کی شان مین اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

رباعی

عاشق اُستاد کامل باقی شد	زان مایۂ عشق حاصل باقی شد
از مشغلہ ذکر و تربیت فکر	آئینۂ معرفت دل باقی شد

آپ ذہین تھے کم عمری ہی مین فارغ التحصیل ہو چکے تھے البتہ بظاہر ہوتا ہے کہ مطالعہ اور عالمون کی صحبت کے باعث ابتدا سے شعر و سخن کا بہت شوق تھا۔ اور تصنیف و تالیف مین کم عمری ہی سے منہمک رہے تھے۔ آپ کی تعلیمی زندگی کے حالات کافی بہدست نہو سکے اسلیئے زیادہ صراحت نہ کی گئی۔

آپ کی شادی اول بعمر چودہ سال ۱۲۵۸ھ مین ہوئی۔ اکثر آپ کی اولاد نرینہ زندہ نہ رہتی تھی۔ چنانچہ منجملہ (۶) چھ لڑکے اور لڑکیون کے جو محل اوّل سے تھے صرف رائے کیشو پرشاد صاحب مددگار صدر محاسبی سرکار عالی اور ایک دختر جو رائے رام پرشاد صاحب کو منسوب تھین یادگارون سے رہے تھے۔ آپ کے پہلے محل کا انتقال ۱۲۹۱ھ ہجری مین ہوا تھا۔ اور آپ کی دوسری شادی عالیجناب راجایان راجہ مہاراجہ نرنیدر پیشکار بہادر کے بے حد اصرار و خاص توجہ

عنایات کے باعث رائے بنسی دھر صاحب فرزند رائے عالم چند
بیکنٹھ باشی معتمد پیشکاری کے صاحبزادی خورد سے قرار پائی جو راقم
کی والدہ ماجدہ ہین۔ مہاراجہ ممدوح بیکنٹھ باشی نے رسم منگنی باغ
گنیشو گری مین بہ نفس نفیس تشریف فرما ہوکر انجام دلوائی۔ آپ کو
موجودگی اولاد کی وجہ شادی کرنے سے قطعی انکار تھا۔ مگر اس
اصرار و تقرر نے مجبور کر دیا۔ اس کے بعد بھی آپ نے بوجہ مختاری
کاروبار خانہ داری رقمی اخراجات کی ادائی و عدم گنجایش کا عذر فرمایا
مگر عالیجناب نواب تراب علیخان سرسالار جنگ مختار الملک بہادر
اولے نے حکماً شادی کی تاکید فرمائی اور بقایا تنخواہ تعدادی
بارہ ہزار روپے کر انتظام شادی مین صرف کرنے کا خاص حکم صادر
فرمایا۔ اب تو آپ اسی سال حسب منشار والد خود شادی کرنے پر
مجبور ہوئے۔ اس شادی مین عالیجناب نواب مدارالمہام و مہاراجہ
پیشکار بہادر سرکار عالی نے شرکت فرما کر رونق دوبالا کی تھی۔ اس
کے بعد آپ کو پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تولد ہوئین۔ جن مین سے
یہ راقم اور عزیز محبوب راج صاحب موجود ہین۔ اور اناث سے
تین دختر ہین۔ آپ کے جوان نیک بخت اور صاحب اقبال صاحبزادہ
رائے گنیشو پرشاد صاحب عین عنفوان شباب مین بتاریخ ۵ ماہ
محرم سنہ ۱۳۰۰ ہجری بروز لنگر مبارک ہاتھی سے گر کر انتقال کر گئے۔
اور شدید دماغی ضرب کے باعث جانبر نہو سکے۔ آپ کو ہمیشہ اولاد کا
غم رہا۔ اور اکثر حادثات کے موقع پر آپ کو مایوسانہ
یقین ہوتا تھا کہ آپ لاولد رہین گے۔ کیونکہ بعض موقعون پر اولاد کو ر سے

کوئی زندہ باقی نہ رہتا تھا۔

حالات ملازمت و ترقی مدارج

آپکے تعلیم پانے کے بعد ایک اہم کام آپ کے ہاتھوں انجام پایا
جو آپ کی بیدار مغزی اور شہرت کا باعث ہوا۔ کام یہ تھا کہ عالیجناب
نواب رونق علیخان شاہ یار الدولہ شاہ یار الملک بہادر کی فوج
نے حضرت نواب غفران منزل علیہ الرحمتہ کے حکم کے باوجود بھی اپنے
رجوعات نہ کی تھی۔ سوار اور پیادگان دکھنی بالکل آمادہ خدمتگزاری
نواب صاحب موصوف نہ تھے اور اس وجہ سے راجہ شنبو پرشاد کے
ذریعہ تقسیم تنخواہ کا حکم شاہی صادر ہو چکا تھا۔ راجہ گردھاری پرشاد ہی
کے خاص کوششوں اور ایصال تنخواہ بقایا کی ذمہ داری کے
سبب فوج نے سر اطاعت خم کی۔ اور یہ اہم کام بآسانی طے ہو گیا
اس کے صلہ میں نواب صاحب نے بذات خود راجہ
نرہری پرشاد صاحب کے گھر تشریف لا کر راجہ گردھاری پرشاد کو
اپنے یہاں کی سررشتہ داری فوج پر (دو سو) پانصد روپیہ ماہانہ ۱۲۶۲ھ میں
اصرار مقرر فرمایا۔ یہاں بہت عزت و نیکنامی سے آپنے خدمت
انجام دی۔ اور حسن اتفاق سے محفل شعر و سخن اور سکار وغیرہ گرم رہتی تھی
کیونکہ نواب صاحب ممدوح خود ان مشاغل کے شائق تھے۔ اسکے
کچھ عرصہ بعد ہی آپ کا تعلق خدمات سرکاری سے ہوا۔ آپ کو خدمات
سرکاری آبائی اپنے والد کے حسب منشا اور بباعث ضعیفی والد

انجام دینی پڑین۔ آپ کی جدت اور موزونیت طبع پر نواب مختار الملک بہادر
اولے کی بالغانہ اور دور اندیشانہ نظر پڑی اور آپ کا انتخاب
کرکے آپ کے ذمہ فوج باقاعدہ کی ترتیب کا اہم کام سپرد فرمایا۔
آپ نے نہایت استقلال جانفشانی اور عرق ریزی سے اس نظم
ونسق مین ذمہ دارانہ حصہ لیا۔ اور افواج باقاعدہ کی استادی ~~~~
مین آپ ہی کے ہاتھون ہوئی جس کے اخراجات بیس لاکھ روپیے
سالانہ مقرر تھے۔ اس کی تفصیلی حالت اور تاریخ بھی ایک تفصیلی
نظم مین تحریر فرمائی ہے جو مندرجہ کنوز التواریخ ہے۔

سال استادش بگو فوج و غا یا قاعدہ

۱۲۷۹ھ

اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کے صلہ مین صدر سررشتہ داری
فوج باقاعدہ کے عہدہ جلیلہ سے مورخہ سررشتہ داری
سرفرازی فرمائی گئی۔ اس کے بعد بعض جمعداران عرب کے
مظالم و سختیان باعث تخلل انتظام ریاست ہونے لگین۔
اس کے انسداد کی غرض سے نواب مختار الملک بہادر والے نے
ایک باقاعدہ جمعیت عرب قایم فرمانا چاہی۔ اس اہم کام کے
انصرام کے لیئے بھی آپ ہی کا انتخاب فرمایا گیا اور آپ کو ہر طرح
موزون سمجھا گیا۔ اس کام مین آپ کو بہت زحمتین اُٹھانی پڑین۔
اور سخت مقابلے کرنے پڑے۔ بعض اوقات مخالفین کی
جانب سے آپ کی جان کو خطرہ پہونچانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔
اور حملے کیئے گئے تھے۔ آپ نے استقلال اور ہمت کو ہاتھ سے

جانے نہ دیا اور مفوضہ کام انجام دے کر ہی رہے۔ چنانچہ آپ کی کوششون سے ۱۲۸۸ھ مین جمعیت نظام محبوب کا قیام ہوا۔ اور ان نمایان کامون کی وقعت و قدر فرماکر اس کی سررشتہ داری بھی سرفراز ہوئی۔ آپ نے اس فوج کی تفصیلی کیفیت کنوز التواریخ مین درج فرمائی ہے۔ جس سے استاد کی دو تاریخین اخذ کرکے ہدیہ ناظرین کیجاتی ہین۔ ع فوج سلطان نظام محبوب ۔ (۲) عدیم البدل داب فوج نظامی

۱۲۸۸ ہجری ۱۲۸۸ ہجری

ان کے علاوہ کارخانہ بنادیق موسومہ صنائع دکن کارخانہ تیاری بارود سازی کارخانہ چرمی اور کاغذسازی وغیرہ کا قیام آپ کے خاص جدت پسند طبیعت کا نتیجہ تھا۔ اول الذکر کارخانہ سے بنادیق و نیز جملہ سامان اسلحہ بطریق احسن تیار ہوکر پسند عام ہوا۔ افواج و پولیس اضلاع وغیرہ میں ان کی بیس ہزار تک سربراہی ہوا کرتی تھی۔ بجز کارخانہ کوتھہ بارود جہان ابھی تک بارود تیار ہوتی ہے دیگر کارخانہ جات باقی نہین ہین۔ مرحوم کی زندگی ہی مین بعض بوجہ عدم ضرورت توڑ دئے گئے۔ اور چند بعد مین نتیجہ جات دا ماگندم و مٹر میال آپ ہی کے زیرنگرانی وانتظام تھے۔ آپ نے ان کو رسالہ جات سرکاری کے لیئے محفوظ فرمایا تھا۔ اس طرح سرکاری ہزارون لاکھون روپیے کی بچت ہوئی۔ آپ کو بلحاظ خدمت آبائی جملہ تقاریب سرکاری سے تعلق تھا۔ چنانچہ ہر تقریب کے انصرام مین آپ ہمہ تن مصروف رہتے تھے اور حسب منشاء خداوند نعمت انجام دیا کرتے تھے۔ آپ اکثر کارہائے سرکاری کے باعث عدیم الفرصت رہتے تھے۔ آپ حسب الحکم نواب سالارجنگ بہادر وائے

اتالیق اور مقرب شاہی ہوئے تھے۔ اور سیاق کے بعض نازک
اور اہم عمل عملیات حضرت غفران مکان علیہ الرحمتہ کے ملاحظہ
میں بغرض وقفیت پیش فرماتے تھے۔ علاوہ تقاریب سالانہ
کے جو تقاریب آپ نے انجام دیں تھیں ان میں تسمیہ خوانی مبارک
اور رسم علی بند حضرت مرحوم تھیں جو ۱۲۸۷ھ سنہ ہجری و ۱۳۰۱ھ سنہ ہجری
میں انصرام پائیں۔ یہ نہایت شاندار اور اولوالعزم تقاریب تھیں جن میں
تمام ملازمین و رعایائے ملک کو شرکت شیفری اظہار مسرت اور
شادمانی کا موقعہ ملا۔ آپ کے زمانہ کارگذاری میں شادی نواب
سر آسمانجاہ مرحوم و شادی نواب سر وقارالامرا مغفور و شادی نواب
آصف یار الملک مرحوم و عالیجناب نواب خورشید الملک بہادر ۱۲۸۹ھ ۱۲۸۴ھ
۱۲۹۶ سنہ ہجری ۱۳۰۱ سنہ ہجری

انصرام پائی۔ جن کی تاریخیں درج کردی گئی ہیں۔ آپ کو بلحاظ تعلق
باورچیخانہ مبارک و سربراہی ہمراہیان و استاف سرکاری ہر سفر میں
ہمراہی کا شرف حاصل رہا ہے۔ سفر دہلی و کلکتہ و گلبرگہ شریف
اورنگ آباد و راۓچور وغیرہ میں آپ ہی کا انتظام تھا۔ ۱۳۰۰ھ ۱۳۰۳ھ ۹۳ھ

۱۳۰۰ سنہ ہجری۔

اور بلحاظ پروگرام ایسا انتظام ہوتا تھا کہ اوقات معینہ مقررہ پر بلا تکلف
پوری سربراہی ہوتی تھی۔ آپ کے کام ہمیشہ مقبول شاہی رہتے ہیں
اور عام نظروں میں پسندیدہ۔ سرکار مرحوم و مغفور نے براہ خسروانہ
آپ کو سفر ورنگل ۱۳۰۱ سنہ ہجری میں ہمراہ سواری مبارک چلنے کا
حکم صادر فرمایا اور اسپشل خاص میں ایک ڈبہ دے کر عزت افزائی

فرمائی - آپ پر سرکاری اعتماد کلی تھا - چنانچہ اکثر موقع پر بحکم شاہی
قرارداد رسوم کا تصفیہ حضرت بیگم صاحبہ قبلہ مرحوم سے آپ حاضر ہوکر
فرمایا کرتے تھے - آپ کو عالیجناب نواب مختار الملک بہادر والئے
نے اپنے اور عالیجناب نواب شمس الامرا امیر کبیر کے درمیان معاملات
ریاست میں حسب تحریک نواب شمس الامرا بہادر سفیر مقرر فرمایا تھا -
آپ نے ہرچند اس نازک کام کی ذمہ داری لینی نہ چاہی - مگر نواب صاحب
ممدوح نے آپ ہی کو اہل و موزون سمجھکر یہ کام تفویض فرمایا - چنانچہ
جمادی الاول سنہ ۱۲۹۷ ہجری سے آپ نے اس کام کو بآئین بہین
دو سال تک انجام دیا - اور ایسا رابطہ اتحاد ہر دو امرائے سلطنت
میں قایم رہا کہ کبھی کوئی سوے مزاجی کا موقع نہ آیا - آپ بزمانہ نواب
مختار الملک اولے روز آنہ باریابی کا شرف حاصل کرتے تھے اور
اکثر مہام سلطنت کا بالمشافہ ارشاد پر تصفیہ و عمل ہوتا تھا - آپ
حضرت غفرانمکان علیہ الرحمتہ کی خدمت میں ہر ضروری اور مفید
ملک معاملہ پیش فرماتے تھے - ایک مرتبہ بموقعہ جلوس تقریب
سرکاری کسی شریر النفس شخص نے آپ پر پتھر پھینک کر سر میں ضرب
پہونچائی - اور بہت خون نکلا - مراحم شاہانہ و عنایات خسروانہ کا
ثبوت اس سے ملتا ہے کہ بفور اطلاع بصدور عنایت نامہ مصدرہ
۹ ذیحجہ سنہ ۱۳۰۱ھ مزاج پرسی فرماکر اعزاز بخشا گیا - دوسرے عنایت نامے
میں یاد فرمائی ہوئی تھی ہر دو کے نقول سے ہویدا ہوگا -

نقل فرمان مبارک مرقومہ ۹ ذیحجہ سنہ ۱۳۰۱ھ

کردھاری پرشاد -

میں نے سنا کہ تمہارے کو کسی نے پتھر مارا اور تمہارے سر میں
چوٹ آئی۔ اب تمہارا درد سر کیسا ہے۔

شرح دستخط مبارک
اعلیحضرت غفرانمکان

نقل۔ فرمان مبارک مرقومہ ۲ رجب المرجب ۱۳۰۲ھ ہجری۔

گردھاری پرشاد
تمہارے سے کچھ کام ہے۔ بمجرد دیکھنے اس خط کے ڈیوڑھی پر
حاضر رہو۔

شرح دستخط مبارک
اعلیحضرت غفرانمکان

ایک دفعہ بوقت ادخال رقم خاصہ بتقریب شادی نسبی خود براہم
خسروانہ پذیرائی فرمائی گئی اور تاریخ ۳ شوال ۱۳۰۱ھ ہجری امرا اور
مصاحبین کی یادفرمائی سے مفتخر و معزز فرمایا گیا۔ حکم اجرا شدہ حسب ذیل تھا۔
"دو حکم حضور است کہ بتاریخ چہارم شوال روز شنبہ حاضر شدہ درضیافت
گزرانیدہ گردھاری پرشاد و شریک شوند۔"

وقتاً فوقتاً متعدد فرامین بضمن کار سرکاری و غیر سرکاری صادر
ہوتے رہے ہیں۔ جس سے ناچیز مفوضہ خدمات کی پسندیدگی اور
قبولیت ظاہر ہوسکتی ہے۔ آپ کی سرکاری کاروباری زندگی کی
ابتدا عالیجناب نواب سالار جنگ مختار الملک اولے نے بہت قدر افزائی
قدر افزائی اور وہی اس خاندان کے باعث ترقی تھے۔ آپکی زندگی کا

انتہا سے عروج اور آخری زمانہ حضرت غفران مکان علیہ الرحمۃ کی
قدرا پدری و ذرہ نوازی کے طفیل میں بعزت و آبرو گذرا - آپ
ہمیشہ کار سرکاری میں خیر خواہانہ اور بیباکانہ معروضہ پیش فرمانے
کی جرات رکھتے تھے - آپ کو سرکاری خیر خواہی کے مقابلہ میں
اپنے معتوب ہونے کا کبھی خوف نہیں رہتا تھا - آپ کے تفویض
خاص سرکار کے درازی عمر وغیرہ کے لیئے برہمنوں کا تقرر اور رقبہ
و خیرات وغیرہ کا کام تھا جس کا باطلاع و منظوری آپ انصرام
فرماتے تھے - دربارہائے انگریزی - صاحب عالیشان بہادر و نوابان
والسرائے بہادر اور دیگر گورنران وغیرہ میں آپ سربراہی بانی
اور عطر دان کی خدمت انجام دیا کرتے تھے جو بطفیل تفضلات شاہی
اب تک جاری و برقرار ہے - مقربان شاہی میں آپ کی جرات
کسی سے کسی حالت میں کم نہ تھی - آپ کو اکثر مدار المہامان وقت
امرایان و معززین سلطنت کے اکثر ارشادات خانگی بہ بالمشافہ
پیشی حضور پر نور میں معروضہ کرنا پڑتا اور عموماً امور متذکرہ میں آپ
کے معروضوں کو شرف قبولیت عطا ہوتا تھا - شادی کے بعد
تمامی امرایان اور معززین سلطنت کو سرپیچ کی سرفرازی بموقعہ دربار
معلائی آپ ہی کے ذریعہ ہوتی تھی - آپ نے کبھی کسی کی حق تلفی
یا شکوہ و شکایت میں حصہ نہیں لیا بلکہ متعدد موقعوں پر راستبازی
اور صاف گوئی سے سفارشیں فرمائیں - اکثر غربا اور بیکسوں کے
معاملات اور حالات گوشگذار سمع ہمایوں فرماتے رہے جن سے
اکثر کام باسانی طے ہوتے تھے - آپکی نشست کا مکان خلوت مبارک میں تھا

اور بیزمانہ تقاریب اوریاد فرمائی رات دن وہین قیام رکھنا پڑہتا تھا۔ اکثر بمقام سرور نگر وکوہ مولا یزمانہ نہضت افروزی سرکار آپ کی یاد فرمائی ہوتی تہی۔ اور آپ کی وہان حاضری رہتی تہی اسی سہولت کی خاطر آپ نے ان مقامات پر مکانات بنوائے اور خرید فرمائے تہے۔ آپ کو سنہ ۱۳۱۱ ہجری مین بوقت دربار حکمرانی راجہ بہادری کا خطاب مولوازمہ سرفراز ہوا۔ ۲۹ رجمادی الاول سنہ ۱۳۱۱ ہجری کو برہنا تحریک نواب عماد السلطنت مدار المہام وقت پیشی سرکار سے سنہ ۱۳۱۲ نوبت روشن چوکی اور عماری کی سرفرازی ہوئی۔ ۷ رجمادی الاول تقریب دربار جشن سالگرہ مبارک محبوب نوازوقت کے بخشی بہا خطاب سے آپ نے عزووقار پایا۔

تذکرہ تصانیف ومشاغل علمی

آپ باوجود عدیم الفرصتی مصروفیت کاروبار سرکاری اور سفرہائے متعدد تصنیف وتالیف کے کام مین مصروف رہا کرتے تہے۔ اکثر اساتذہ وعلمائے وقت آپ کے کلام کو بہت پسند فرماتے تہے۔ راجہ لال چند صاحب تمکین اور مولانا مولوی آغا سید علی شوستری طوبی سناد الملک ومولانا حضرت عباس رفعت بہوپالی مرحوم ومغفور نے آپ کے کلام پہ تقریظین تحریر فرمائی تہین۔ رباعیات بابرکات پیرایہ عروض وغیرہ بین موجود ہین۔ خود حضرت اقدس جہان پناہی وعالیجناب نواب مختار الملک اول وثانی ونواب عماد السلطنت بہادر وعالیجناب راجایان راجہ

مہاراجہ نرندر بہادر و عالیجناب مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت پیشکار و سابق مدارالمہام سرکار عالی و دیگر عمائدین اور امرائے سلطنت آپ کے کلام کو نظر پسندیدگی و وقعت سے ملاحظہ فرماتے تھے۔ آپ کا کلام تصوف معرفت سے پر ہوتا تھا۔ مضامین اونچے اور نازک ہونے کے علاوہ رنگین و نفیس اور دلکش ہونے کے باعث بعض تصانیف ایران تک گئے ہیں اور اکثر ممالک ہندوستان میں تقسیم ہوئے ہیں۔ آپ کے جملہ تصانیف (۳۰) تیس ہیں۔ جن میں سے فارسی نظم کے (۲۰) ہیں اور فارسی نثر میں (۳) تین ہیں اردو کلام مختصر ہے اور ان میں بھی نظم و نثر کے تین (۳) تصانیف ہیں۔ ہندی زبان بھاکھا میں (۴) تصانیف ہیں۔ آپ کے تصانیف کا اسواری تذکرہ حسب ذیل ہے۔ کتب مصنفہ فارسی نظم یہ ہیں (۱) پیرایہ عروض (۲) یادگار باقی یعنی دیوان غزلیات فارسی (۳) قصائد باقی (۴) بہار عام (۵) مثنوی صنائع بدائع (۶) پرنس نامہ (۷) تہنیات باقی (۸) ضرب الامثال (۹) مکتوبات منظومہ (۱۰) زمزمۂ باقی (۱۱) بھاگوت شریف (۱۲) رامائن مسیحا مولفہ حضرت باقی (۱۳) رباعیات بابرکات (۱۴) رباعیات مناجات باران رحمت۔ (۱۵) باقی نامہ (۱۶) باغ رزاق (۱۷) مثنوی شمع منور (۱۸) نشاستہ باقی (۱۹) کنوز التواریخ (۲۰) کلام متفرقات۔ کتب فارسی نثر (۲۱) افضل التصحیح لغت (۲۲) توشۂ عاقبت یعنی سفرنامہ طبع شدہ (۲۳) مہابھارت نامکمل غیر طبع شدہ۔ تصانیف اردو نظم و نثر (۲۴) بقائے باقی دیوان اردو (۲۵) تحقیقات سیاق باقی (۲۶) بیچی چرتر

سوانح عمری سوامی بھاسکرانند سرسوتی - تصانیف بھاکھا (۲۷) تیرتھ مال مجموعہ بھجن ہائے بھاکھا - (۲۸) ششیوپران - (۲۹) کیشوپران (۳۰) بھاگوت سار - تصانیف نمبر ۳۲ و ۳۳ طبع نہ ہوسکیں - اس کی وجہ یہ ہوئی کہ سفرنامہ انتقال تک مراحل تکمیل پاتا رہا - یہ ضخیم کتاب ہے نمبر (۳۳) بھی مکمل نہ ہوسکی منجملہ اٹھارہ پرب مہابھارت کے صرف دو پرب ختم ہونے پائے تھے کہ آپکا انتقال ہوگیا - آپ کا متفرق کلام فارسی اردو اور بھاکھا میں بہت سا ہے جو قصائد - غزلیات اور عرائض منظومہ کی شکل میں منضبط ہے اور زیر ترتیب ہے - آپ فی البدیہہ فرمانے کے بہت عادی تھے عموماً بوقت حضوری و حاضر باشی بموقعہ دربار یا پیشی سرکار کوئی مصرع زبان مبارک سے فرمایا جاتا - اور آپ اُسی وقت مصرع ثانی عرض کردیا کرتے - چنانچہ ایک موقعہ پر حضرت غفران مکان علیہ الرحمۃ نے پیشی میں حاضر ہوتے ہی یہ مصرع آپ سے ارشاد فرمایا کہ اس پر مصرع اولے کہو - میر محبوب علیخان کو نہیں جانتے کیا - مرحوم نے فی البدیہہ یہ مصرع موزون کرکے عرض کیا ع

پوچھتے کیا ہو کہ آصف ہی تخلص کس کا
میر محبوب علیخان کو نہیں جانتے کیا

حضرت جہان پناہی نے سن کر بیحد اظہار مسرت وخوشنودی فرمایا اور اس مصرع کو اپنی غزل میں شریک کرنیکا اعزاز بخشا - سفر اورنگ آباد میں آپنے مختلف موقعوں پر حسب حال جو اشعار

فی البدیہ فرماتے تھے اور جن سے حضرت پیر و مرشد اور نواب سالار جنگ بہادر محظوظ ہوتے تھے وہ درج کیے جاتے ہیں -

اشعار فی البدیہ متعلقہ سفر اورنگ آباد

نظم کا کھیت بیتے دیکھا آج
اور کیا ہو ترقیٔ باقی

زشاخ تاک چو انگور شد بدست کشید
فتاد خوشۂ پروین بہ پنجۂ خورشید

دعوت شاہ بہ مختار مبارک باشد
میز در خانۂ سالار مبارک باشد

اکثر رسومات اور تقاریب کے موقع پر اور کسوف خسوف وغیرہ کے اوقات میں حصول منظوری و احکام کے لیئے منظومہ عرائض پیش فرمایا کرتے تھے - آپ کی خط و کتابت شاعری میں اکثر ہند کے اہل علم و فضل سے رہا کرتی تھی - چنانچہ مولوی سید صدیق حسین خان صاحب نواب ملک بھوپال - مولانا مولوی حضرت عباس صاحب رفعت و راجہ درگا پرشاد صاحب مہر - راجہ صاحب سندیلہ راے جوگل کشور صاحب سیراب بھوپال - راے دوارکا پرشاد صاحب افق ملک الشعراء لکھنوی - راے رام سہاے صاحب تمنا اور راے کاشنا پرشاد صاحب وانا مالک اخبار کایستھ ہتکاری وغیرہ سے عموماً نظم میں خط و کتابت رہتی تھی اور ہمیشہ سلسلہ اتحاد و انبساط تازہ رہتا تھا - آپ نے راے جے پرکاش لال صاحب کے - سی - آئی - ای - دیوان ریاست ڈمراؤن کی دعوت میں بموقعہ کایستھ کانفرنس ۱۳۱۲ھ

فارسی میں قصیدہ فرمایا تھا اور اسی طرح دہلی اور کلکتہ کے سفر میں آپنے
مشاعرہ کے لیئے دو دو غزلیں تصنیف فرمائیں۔ چند اشعار مشاعرہ
کلکتہ اور تحفہ دربار دہلی ہدیہ ناظرین کیئے جاتے ہیں۔

اشعار غزل مشاعرہ کلکتہ

و چند اشعار نمونہ لطیفہ دربار دہلی مصنفہ حضرت باقی

کو یئن رشنیدم شہنشاہ شد	اشعار	و لم زین حقیقت نہ آگاہ شد
شہنشاہ یورپ شدن مشکل است		اگر بہر مہنداست بے حاصل است
شہنشاہ را تاج بخشی سزا است		زشاہان اگر باج گیرد روا است
در آن وقت این نام با نامی است		دگرنہ فقط لفظ بے معنی است

غزل دیگر

ہست محراب حرم ابروئے تو	کعبہ ارباب ایمان کوئے تو
منت بیجا ز رضوان کے کشم	ہست فردوس برین چون کوئی تو
اہل تقوا و دولت اے حبیب	سلسلہ جنبان شد از گیسوئے تو
در حساب دین و دانش شمار	باقی زار ست یک ہندوئے تو

باز گو باقی غزل گشتند شاد
اہل کلکتہ ز گفت و گوئے تو

ان مقامات پر آپ کے کلام کی بہت قدر و مانگ ہوئی۔ بلدہ میں بھی

پہلے فارسی مشاعرے بہت ہوا کرتے تھے۔ بالخصوص بارہ دری عالیجناب سر مہاراجہ بہادر میں آپ شریک ہوتے اور غزل فرمایا کرتے تھے اور باوجود کثرت کار آپ کا سلسلہ تصانیف کبھی نہیں رکا۔ روزانہ صبح چار بجے سے سات بجے تک یہی تصنیف و تالیف کا مشغلہ رہا کرتا تھا۔ اور شب میں بھی اکثر آپ کی بعض تصنیفیں اس قدر مقبول ہوئیں کہ معتقدین و شایقین اب تک ان کو روزانہ پاٹ یعنی ورد کے لئے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی شنبھو پران اور بھاگوت سار بزبان بھاکھا بہت مرغوب ہوئے۔ فارسی کلام میں رباعیات یا برکات یعنی نو دو نہ نام اسماء الٰہی اور باغ رزاق جس میں ہر خوردنی و ضروری اشیاء کے خواص از روئے اصول حکمت نظم میں بیان ہوئے ہیں۔ بہت پسندیدہ اور کار آمد ثابت ہوئی ہیں آپ نے اپنے زمانہ میں لایق شعرا کو پیشگاہ سرکار میں پیش کرنے سے کبھی احتراز نہیں فرمایا۔ بلکہ پیشقدمی فرمائی۔ چنانچہ بلبل ہندوستان حضرت داغ صاحب و مولانا حضرت عباس رفعت و ملک الشعرا آغا صاحب و ارکان پرشاد افق و راجہ رام سہائے صاحب تمنا و رائے کھنو لال صاحب نائب لکھنو وغیرہ وغیرہ کو آپ نے پیشگاہ اعلیٰحضرت میں پیش فرما کر ان کے کلام اور تصانیف کے اظہار کا موقعہ دیا۔ چنانچہ بارگاہ خداوندی سے ان حضرات کو جیغہ سرپیچ و خلعت سے قدر دانی اور سرفرازی فرمائی گئی اور صاحب اوّل الذکر کو ملازمت سرکاری اور استادی کا فخر نصیب ہوا آپ ہر موقعہ اور محل پر تواریخ اور نظمیں تحریر فرماتے تھے بعض کنوز التواریخ میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر عمارات فلک نما جہان نما وغیرہ وغیرہ کی

و پیدایش اور شادی وغیرہ کی تاریخیں بھی آپ کی کہی ہوئی ہیں۔ آپ نے
انتارائے چمنالال صاحب جید منشی عالم و فاضل جو آپکے ہی قرابت میں تھے
طبع گرائی شہنشاہ جہانگیر کے مشہور شاعر تاریخ کی راماین کو آپنے ہی زیور طبع
پہناکر سیلک میں پہونچایا۔ اپنے انتقال سے ایک دو مہینہ قبل بزمانہ علالت
ایک رباعی فرمائی تھی جو درج ذیل کیجاتی ہے۔ تتمہ متفرق کلام کسی وقت
ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔

رباعی

از درد مفاصلم نہایت دل شاد	زین درد مرا نام خدا آید یاد
یلے دردی باعث فراموشی ہست	گر درد دہد خدا بکن شکر زیاد

تذکرہ کارہائے خیر

آپ کے ہاتھوں نہایت بڑے اور اعلیٰ مذہبی کام انجام پائے۔
اور اسی طرح خیراتی کام بھی جن کا نام و نشان ابھی تک باقی ہے اور
لہذا باقی کے قیام تک باقی رہے گا۔ دیول چیندرائن گٹ عرف
کیشو گیری کو آپ نے حسب الحکم و اجازت نواب سالار جنگ بہادر
مدار المہام وقت ۱۲۷۵ہجری میں اپنے زیر انتظام و نگرانی لیا
اور اپنی ذات سے لکھو کھا روپیہ صرف کر کے اس غیر آباد مقام کو
آباد فرمایا۔ باؤلیات۔ باغات ذاتی تیار کئے۔ اور اکثر

عمارات عالیشان کی تیاری فرمائی - اس موضع کو محصور فرمایا -
دیگر چودہ پندرہ دیولات بھی تعمیر کرائے - آپ کو اولاد کے پیاپے
ضایع ہونے سے اُن قدیم اُفتادہ دیولات کا دلی شوق ہو گیا تھا
جو ویران اور کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے - چنانچہ
آپ نے زمینات قولی اپنے نام سے بتقرری حاصل کر کے کیشو پیٹھ
عرف کیشو گیری یا چندرائن گٹہ کو آباد فرمایا - دیگر معززین و امرایان
سے آمدنی زمینات و یومیہ محاصلی مقرر فرمائے - آپ نے اس دیول کی
پوجا پاٹ موقوف شدہ کو از سر نو جاری کرا کے جاترا کا آغاز
فرمایا - اور پوجاری کو جو کہ رہزنی اور ڈاکہ وغیرہ سے از بس تنگ تھا
اور جس نے آئندہ کے لیے کاروبار میں عدم مداخلت کا اقرار نامہ
دیدیا تھا بلوا کر مکانات بصرفہ ذاتی تیار کرا دیے اور اقامت و
حفاظت کا انتظام فرمایا - ان کی مسدود شدہ تنخواہیں جاری
کرائیں اور بے حد سلوک کر کے دوسروں سے بھی سلوک کرایا -
اور پھر وہ ذریعہ آپ نے اختیار فرمایا جس سے آبادی و ترقی
دیول میں کوئی کمی نہ ہو - جاترا بڑی شان سے آغاز کی - اور اس
دیول کے لیے جملہ آمدنی و اخراجات بشمول آمدنی رقم نذر ذاتی خود
چھ ہزار چار سو روپے مخصوص فرمائے جس میں ذاتی تین ہزار دو سو روپے
اور بقیہ رقم دیگر امرا کے عطیہ اراضیات اور مقطعہ جات و دیول
وغیرہ کی شامل ہے - ایک مرتبہ آپ نے اپنی ذات سے چودہ ہزار
روپے اس دیول کے لیے نذر کیے جس میں دو مقطعہ ابھی تک
محاصلی ایک ہزار سے زاید سالانہ کی رہن اور انکی آمدنی دیول کے لیے

مخصوص ہے۔ اب بھی یہ جاترا خاص بلدہ کی جاتراؤن مین ممتاز ہے
اور اسی جاترا سے نمایش مصنوعات ملکی کا آغاز ہوا ہے۔ اسیطرح
آپ نے دیول بالونت عرف پھاٹک شملا واقع اناگوندی کے
افتادہ و بیچراغ دیول کو سنہ ۱۳۰۳ ہجری مین تعمیر کرایا اور اس کیلئے
بہ نفس نفیس پھر کر چندہ فراہم کیا اور متعدد معززین اور ساہوکارون سے
سالیانے بھی مقرر کرائے گئے جن مین بعض ابھی تک جاری ہین۔
دیول داماگنڈم بھی جو بوجہ ضبطی معاش بالکل ہی ناقص حالت مین تھا
آپنے اپنی نگرانی اور اہتمام مین لیکر سنہ ۱۳۰۷ ہجری سے جاترا اور
پوجا وغیرہ کا آغاز فرمایا۔ چنانچہ یہ کام بھی اب تک اسی خاندان سے
متعلق اور جاری ہے۔ یہ پُر فضا مقام وقارآباد سے تین چار
کوس پر واقع ہے۔ اُس اطراف واکناف مین یہ بہت پر لطف
اور مشہور دیہاتی جاترا تہوار ہولی کے دسوین روز انجام پاتی ہے
آپ نے بمقام مرزاپور عرف بندھیاچل دریائے گنگ پر
ایک گھاٹ بنام کشنو گھاٹ بنظر سہولت وآرام زائرین سال
۱۳۰۳ ہجری مین تیار کرایا۔ اس کے قبل کوئی گھاٹ نہین تھا۔
آپ نے اپنے ایک مقطعہ موسومہ توپرہ خورد عرف ہری نگر مین
باقی ساگر نامی ایک تالاب پندرہ (ہزار) ہزار روپیے سے تیار کرایا۔
جس سے ہزارہا مخلوق اور جانورون کو تشنہ لبی وقلت آب سے
نجات ملی۔ آپ نے اپنی انا یعنی دایہ کے نام ایک باؤلی کندہ
کرائی جس کا نام گنگا باؤلی ہے۔ آپ ہر سال حضرت
حسین شاہ ولی صاحب قدس سرہٗ واقع کبوترخانہ قدیم کا عرس شنی

علاوہ دیگر اعراس کے اپنی ذات سے فرمایا کرتے تھے۔
آپ ہر سال ماہ صیام میں روزہ داروں کے افطاری کا
اہتمام فرماتے تھے۔ اور ہر بڑے مرشد کامل کے آنے پر
اُن کی تواضع خاطر داری میں ہزارہا روپیہ صرف فرماتے تھے۔
عموماً ہر زبان کے عالم و فاضل بھی بغیر آپ سے ملاقات کئے
واپس نہ ہوتے تھے۔ آپ نے تلسیا گرو مہاراج جو مرشد
مشہور و معروف تھے ہزارہا روپئے اور سیکڑوں من غلہ
کی فراہمی اور چندہ سے خدمت کی اور یہ اہتمام کیا کہ صبح سے
شام تک لوگ روزآنہ تا قیام گرو مہاراج بمقام کیشوگری بلالحاج
حسب منشا مہاراج موصوف کھائیں۔ اسی طرح آپ کے حیات میں
دو ایک بڑے کام مثل تکیہ وغیرہ ہوئے۔ آپ بلدہ کے
دو دیولات کے متصل مساجد کے جھگڑے کے موقعہ پر بھی
منجانب سرکار تصفیہ کرنے کے لئے مقرر فرمائے گئے تھے اور
بلا کسی فساد طوالت کے ان مذہبی نزاعات کا خاتمہ ہو گیا۔
بمقام جیڑکل ایک کمان اور مکان سنگ بست بغرض آرام زائرین
و معتقدین خاص طور پر تیار کیا گیا جو کثرت جاترا میں عام سہولت
پہونچاتا ہے۔ آپ اپنے والد راے نرہری پرشاد صاحب مرحوم
کے نام رود موسیٰ پر ایک دہرم شالہ بنوا دیا جو باوجود طغیانی
اب تک ویسے قایم ہے اس کی تعمیر سے موسم بارش و گرما میں
جنازہ کے ساتھ آنے والوں کو بہت آرام ملا کرتا ہے۔
اس کی تاریخ آپ کی مصنفہ یہ ہے۔ دار باقی نرہری پرشاد
۱۲۹۷ھ

ملاقات بزرگان دین و حالات سیاحت و زیارات

رباعی

دنیا چو سرائے است سفر باید کرد
اندر رہگذر دہر گذر باید کرد
این جائے مقام نیست آگاہ بدان
پس ماندۂ راہ را خبر باید کرد

آپ فقیر کامل اور بزرگان دین کے بڑے معتقد تھے۔ آپ کی خوش نصیبی سے سری نانک پربھو مہاراج ساکن نانک نگر مہناباد وسری بلیا گرو ساکن ادسہ وسری برہما نند سرسوتی ساکن پیپری ضلع اورنگ آباد و جنگی باوا ساکن بلدۂ حیدرآباد و سری بہاسکرانند سرسوتی مرتاض کامل ساکن بنارس سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا اور سب نے عند الملاقات آپ کی ترقی دینی و دنیوی اور نجات کے لیئے دلی دعا فرمائی تھی۔ جبکہ آپ کی متعدد اولاد ضائع ہو چکی اور راقم کے عمر پانچ سال تخت علیل ہونے پر سری بہاسکرانند سرسوتی سے بنارس جا کر ملاقات فرمائی بغیر اظہار حالات سری سوامی مہاراج نے راقم کے لئے اظہار اطمینان دلایا اور فرمایا کہ اس لڑکے سے اطمینان رکھو۔ یہ ہمارے ذمہ ہے چنانچہ مثنوی شمع منور فارسی اور نیز جیون تر اُردو وسوانح عمری سوامی جی ممدوح میں اس کا تفصیلی ذکر ہے اور اسی وجہ سے راقم کی رسم مکتب خوانی شادی وغیرہ بنارس ہی میں انجام پائی۔ اور آپ

بلحاظ عقیدتمندی ہر سال دو سال مین بغرض ملاقات و قدمبوسی
مہاراج موصوف بنارس تشریف لیجاتے تھے - سری نانک پربھو مہاراج
نے بھی آپ کو دو عصا اور دو طوطے سرفراز فرماتے تھے جس کا
یہ نشان تھا کہ آپ کے اولاد ذکور سے دو یادگار رہین گی - آپنے
اکیس (۲۱) سفر کئے تھے - جو آپ کے سفرنامہ موسومہ توشہ عاقبت سے
مفصلاً ظاہر ہے - آپ کلکتہ - دہلی - آگرہ - متھرا - بندرابن -
پونہ - بمبئی - مدراس - بالاجی - سریرنگ - شوکانجی - جگناتھ جی -
سندیلہ ڈمراون بنارس - مرزاپور - الہ آباد - جبل پور - لکھنو -
کانپور - نیم سارن - اجودھیا - گیا جی - امرتسر لاہور - جوالامکھی
جالندہر - ٹلجاپور - پنڈہرپور - اجمیر شریف - پشکر راج - جے پور -
بھوپال - اجین - ملکارجن - ناسک - ترنبک - اونکارناتھ -
مالونت بیجاپور - ہلاری - بہدراچل - واناگنڈم - اناگونڈی
اور دیگر اکثر مقامات علاقہ سرکار عالی مین تشریف لیجاچکے تھے -
اور ہر جگہ آپ نے خیرات و مبرات مین ایسا حصہ لیا تھا کہ
آج تک اون مقامات مین نام روشن ہے - اور لوگ نہایت
محبت و احسان سے یاد کرتے ہین - آپ ہر جگہ بلا لحاظ قوم و ملت
قابل دید مقامات متبرکہ سے فیض حاصل فرمایا کرتے تھے -
آپ بنارس بلحاظ مقام متبرک نو (۹) مرتبہ تشریف لے گئے تھے -
آپ کے ہمراہ ہمیشہ متعدد اقربا و ملازمین رہتے تھے - اور بہ
بوقت شادی راقم جو سفر آخری تھا متعدد ڈبے مخصوص اور منتخب تھے
اور ہر لوازمہ مثل نوبت و روشن چوکی ساتھ تھے - مذہبی فرائض

ورسومات کی ادائی جملہ مقامات متبرکہ مین نہایت شاندار طریقہ پر کرتے رہے - اورآپ نے اپنے والد ماجد راجہ ایشری پرشاد کے نام نہاد ان کا سلوک و خیراتی کام کئے - آپ سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین سواری سرکار کے ساتہہ جب بنارس تشریف لے گئے تہے تو آپ نے بنارس کی شان مین جو نظم تحریر فرمائی ہے اس سے چند اشعار ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہین -

نظم بنارس

محبوب شہ آمد بہ تماشائے بنارس
جہانی او ساختہ راجائے بنارس

آن ایسری پرشاد کہ شہو جہانست
حسرت وہ ہند است از وجای بنارس

یوسف ز دکن آمدہ با حسن و تجمل
تا عاشق او گشتہ زلیخائے بنارس

آبش کہ ز گنگ است مگر آبحیاتست
جان دادہ بہر مردہ مسیحائے بنارس

ہم راجہ نراندر کہ بہ ہمراہی شہ بود
اشنان ادا کردہ بہ گنگائے بنارس

دیگر چہ کنم وصف بنارس کہ ہمیشہ
باقی بسر من باشد سودائے بنارس

دیگر مشاغل و مصروفیت عام

آپ شطرنج و چوپڑ مین لاجواب مہارت و دخل تام رکہتے تہے

آپ بارہا حضرت غفران مکان علیہ الرحمتہ و عالیجناب نواب سالار جنگ اول و عالیجناب راجایان راجہ نرندر بہادر پیشکار و دیگر امراء و معززین کی خدمت مین ہندوانی و اسلامی کھانے اور مرغوب اغذیہ پکا کر داخل فرماتے تھے۔ اور آپکی تیار کردہ سب غذائین بہت تعریف سے کھائی جاتی تھین۔ اور عموماً فرمایشون کا سلسلہ رہتا تھا۔ آپ کو اچار اور مربہ تیار کرانیکا خاص طریقہ معلوم تھا۔ بعض رسومات اور قومی شادیون مین اصلاحین فرمائین۔ اور غزلخوانی کے طریقہ کو جو غیر مہذب ہنگیا تھا دلخوش کن اور مہذب لباس پہنایا تھا۔ علم موسیقی مین کافی معلومات تھین آپ کے یہان پنجاب کے رباب ملازم تھے۔ اور بوقت فرصت آپ کا کلام سنا یا کرتے تھے۔ اور اپنے عزیزان خاص کے علاوہ اکثر دوسرے اشخاص کی شادیان و دیگر رسوم مذہبی مفت کرادیتے تھین آپ متحمل مزاج۔ دوراندیش۔ خیرخواہ سلطنت تھے۔ آپ ہمیشہ قدیم لباس جامہ نیمہ دوگلہ وغیرہ مین ملبوس رہا کرتے تھے ایک وقت صاحب عالیشان بہادر نے معمولی دربار انگریزی کے موقعہ پر آپ سے اس قدیم لباس کے متعلق بہ تمسخر فرمایا تھا کہ راجہ صاحب یہ ہماری لیڈیون کا لباس ہے۔ آپ کیون پہنتے ہین۔ آپ نے اُس وقت یہ برجستہ جواب دیا کہ صاحب یہ لیڈیون کا لباس نہین ہے بلکہ آپ کے مرشد اور رہنمائے دین پادری صاحبون کا لباس ہے۔ جس کی ہر وقت تعظیم ہونی ضروری و لازمی ہے۔ اسی طرح کے متعدد واقعات ہین جو بخوف طوالت

قلم انداز کر دیے گئے۔ آپ جہان نواز اور قوم و ملک کے فدائی تھے۔ آپ نے ہمیشہ قومی کاموں میں پیشقدمی کی ہے آپ راسخ الاعتقاد پابند مذہب اور طریق قدیم تھے۔ آپ بے تعصب ہمدردانہ اور بے ریا انسانی دل اپنے پہلو میں رکھتے تھے۔ آپ ہر قوم و ملت میں خدائی شان و جلوہ دیکھتے تھے اور ہر ایک کے دکھ درد سے فوراً متاثر ہو کر اُنکا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا کرتے تھے۔ آپ کامل تجربہ کے بعد اُنکی پر پورا بھروسہ فرماتے تھے۔ آپ کے ساتھ کوئی برائی کرے تو اس کے تخریب کے درپے نہیں رہتے تھے۔ آپ اپنے مالک کے جیسے سچے معتقد و وفادار تھے اسی طرح اپنے والد استاد و مرشد کی ذات میں پوری عقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے والد رائے زہری پرشاد کی شان میں ایک قصیدہ لکھا تھا جو اپنے ڈھنگ کا نرالا اور اظہار عقیدت کا سچا فوٹو ہے۔ منتخبہ اشعار اوّل دوم اور آخری درج ذیل ہیں

اشعار در مدح والد ماجد

زہری پرشاد صاحب والد والائے من
نیست در عالم بغیر از ذات پاکش دیگرے

مظہر من مصدر من مالک و ملجائے من
والی من ہادی من مرشد و مولائے من

فارغ از خیر و شر دنیا و دین گردیدہ ام
در رضائے اوست باقی دین من دنیائے من

آپ نے ہتھیار کے استعمال اور بنوٹ وغیرہ کے کمال کو بطرز خاص
حاصل فرمایا تھا۔ آپ اپنے ہونہار سعادتمند جوان فرزند
رائے کیشو پرشاد و دیگر اولاد کے وفات پر نہایت صبر و شکیبائی سے
کام لیا۔ اور مثل دیگر دنیاداروں کے مغلوب الم نہوئے۔ آپ نے
اپنے چار برادرزادوں کو چھوٹے بھائی کے انتقال کے بعد
اپنے زیر تعلیم و نگرانی رکھا۔ اور ان سب کی شادی مثل اپنے
فرزند کے اعلےٰ پیمانہ پر کی تھی۔ آپ ایسے شہ خرچ تھے کہ راقم کی
شادی میں کثیر رقم صرف فرمائی۔ آپ نے مہاراجہ کاسی نریش
و مہاراجہ اتھی و راجہ صاحب تشدیلہ کی دعوت کی تھی۔ اور بزمانہ
شادی دیوقعہ سفر ہمراہی سرکار بنارس۔ لکھنو۔ دہلی کلکتہ بھوپال
میں جملہ اصحاب برادری اور قوم کی ہزارہا کی تعداد میں پرتکلف
دعوت کی تھی۔ آپ جسوقت بیمار ہوئے اور درد پا سے لاچار تو
ایک ڈیڑھ ماہ تک حاضری دیوڑھی سے معذور رہے۔ اسی زمانہ میں
حضرت غفران مکان علیہ الرحمتہ نے حسینی محل واسطوڑے
ہوتے ہوئے آپ کی نسبت دریافت فرمایا اور آپ نے
بحالت علالت آگے بڑھکر شاہی استقبال کا فخر حاصل کیا۔
سواری حضور پر نور آپ کے غریب خانہ پر نہضت افروز ہوئی
اور نہایت بشاشت و فرحت سے نذریں قبول کرکے گھنٹہ
ڈیڑھ گھنٹہ قیام پذیر رہی۔ آپ پر خاص عنایات شاہی کا ثبوت
اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتا ہے کہ آپ کے فرزند راقم کے
چھوٹے بھائی رائے محبوب راج صاحب عمر تین سالہ کو جن کا نام خاص

سرفراز کرو وہ نام زو شاہی ہے -) کو دین اٹھاکر اعزاز بخشتا - آپنے سواری مبارک کی تہنیت افروزی کے متعلق جو نظم فرمائی اسکا مصرعہ تاریخ یہ ہے - تو باقی بے تکلف گو سواری نظام آمد -
۱۳ ۱۳ ہجری

آپنے دختروں و نواسیوں کی شادی کے لیئے اورنگ آباد و مدراس وغیرہ سے خاندان طلب فرماکر ان کی پوری کفالت فرمائی تہی - آپکو ہمیشہ وسعت برادری و توسیع تعلقات اور مراسم کا خیال رہتا تہا - آپ نے تعلیم عزیزان کے لیئے تشکیل مدرسہ چند اساتذہ مقرر کرکے اہتمام تعلیم باقاعدہ فرمایا تہا - آپکے فرائض زندگی مین کوئی ضروری فرض تکمیل طلب نرہا تھا - آپ اکثر دوستوں سے فرمایا کرتے تہے کہ آپ کو اپنے مالک کے سامنے اس دنیا سے کوچ کرنا نصیب ہو - اور یہی آپ کی آخری آرزو تہی جو خدا تعالی نے پوری کی - آپ کو اکثر احباب بصلہ کارگزاری حصول جاگیر کیجانب توجہ دلاتے رہتے - آپ نے ہمیشہ یہ کہکر انکار فرما دیا کہ جس روز سرکار سے مین اپنی ذات کے لئے کوئی درخواست کرون - اُس روز سے میری زبان اور دل مین کسی اور کے لئے عرض و معروض کرنے کی طاقت نرہے گی اور مین خدمت خلق سے محروم رہجاونگا مین اس قیمتی خدمت کے مقابلہ مین اپنے نفع و نقصان کی پرواہ نہین کرتا - آپ کی سفارش پر ایک معزز عہدہ دار سرکار عالی نے باوصف وعدہ ایفا نہ فرمایا تہا - آپ نے بہت عرصہ تک انتظار کرنے کے بعد آخری مرتبہ جو یاد دہی کی وہ آپ کے مصنف

ذیل کے شعر سے ظاہر ہوگی جو آپکے صاف گوئی کی دلیل ہے۔ ؎

یہین ہی کام قیامت مین تمہکو نہین ہے — خدا نہین ہو پیمبر نہین امام نہین

آپ زود نویس تہے اور خوشنویسی مین بہی خوب دخل تہا اکثر قطعات آپکے قلمی اور مصنفہ موجود ہین جو طبع شدنی ہین۔

حالات وفات

آپکو وجع مفاصل کا لگاؤ ہوگیا تہا۔ آپکی علالت ۲۳ محرم ۱۳۴۲ھ بخار سے آغاز ہوئی اور بڑہکر نقاہت اور دوسری کمزوریونکا سبب مرض قرار پایا۔ افسر الاطبا حکیم محمد حسین فیلسوف جنگ کا علاج تہا۔ آپکے عزیزون اور دوستون نے تبدیل علاج کے لیے بیحد اصرار کیا۔ آپنے ایک نہ مانی اور اپنے عزم پر قایم رہے جس سے آپکا استقلال اور خدا پر بہروسہ دم آخرین تک ثابت ہے۔ آپکی صحت یوماً فیوماً بگڑتی گئی اور دوا سے کچہ فائدہ نہوا اور آخر ۱۳ صفر ۱۳۴۲ ہجری روز سہ شنبہ تہیک ۶ بجے (جو خاص نیک دن اہل ہنود کا ہے) آپنے انتقال فرمایا۔ آپنے پندرہ روز قبل سے غذا اور پانی کا استعمال مطلقاً ترک فرما دیا تہا از روئے شاستر ہنود یہ ایک طرح کا روزہ (ا نشن برت) تہا یہ جو خاص شاغل و کاملین کہہ سکتے ہین۔ آپکے زمانۂ علالت مین منجانب حکم سرکار نواب محبوب یار جنگ ناظم الملک بہادر بغرض عیادت تشریف لائے تہے۔ اور عالیجناب راجایان راجہ مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت پیشکار و سابق مدار المہام سرکار عالی نے قدم رنجہ فرما کر عیادت فرمائی تہی۔ عالیجناب مہاراج ممدوح الشان نے آپنے فرمایا کہ مین بیفکری اور تسکین قلب کے ساتہہ جا رہا ہون۔ میری علالت بخیر موجودگی اور خرابی صحت قابل فکر نہین ہے۔ عالیجناب راجہ راجان راجہ شیوراج دہرمونت بہادر آصفجاہی و عالیجناب مہاراج راجہ مرلیمنوہر آصف نواز ونت بہادر بیکنٹہ باشی و دیگر معززین بلدہ ملاقاتی اصحاب نے بہی تشریف آوری سے اظہار محبت و ہمدردی فرمایا۔ انتقال کے بعد

راجہ سری پرشاد آپکے برادرزادہ نے آخرت باقی نامی ایک کتاب شایع فرمائی -
جس مین نامور شعرا نے آپکے وفات کی تاریخین کہی ہین - بعد وفات لیساندگان کارگذاری
و جان نثاری و بلحاظ قدامت پروری و ذرہ نوازی جملہ خدمات راقم کے نام بعید در
فرمان مبارک بحال فرمائی گئین - اور پندرہ روز کے اندر رسم پرسہ ادا فرمائی نیز محلہ مبارک
برآمدی سرکار سے دو شالہ سفید سرفراز کیا گیا اسی طرح علاقہ دیوانی و پیشکاری سے بھی حسب قاعدہ قدیم
عمل فرمایا گیا - آپکے جنازہ کے ساتھ ہزارہا مخلوق تھی اور بعد حکم و اجازت سرکار جنازہ اٹھا
نیز خیرات کا معقول اہتمام تھا اور لوازمات اعزازی ہمراہ جنازہ تھے - اس حزنیہ علم
اور بہادر روزمانہ نے جسوقت آنکھین بند کین ہزارون دوست احباب شناسا اور عام
(۲۸)
پبلک بیتاب و مضطرب ہوگئے اور آجتک بھی باوجود انقضاء اٹھائیس سال
جب کبھی آپ کا ذکر خیر آجاتا ہے تو نہایت خلوص و محبت سے آپ یاد کئے جاتے ہین
خصوص مشکل اور اہم کامون کے انصرام و انجام دہی مستعدی و حاضر جوابی آپکی یاد کا ذریعہ ہے
بوجہ قلت وقت و خوف طوالت بغرض معلومات و دلچسپی معزز ناظرین و شائقین
چند صفحات مین اپنے معزز و محترم والد مرحوم و مغفور کے مختصر واقعات پیش کئے ہین
نہ اسمین مبالغہ و عقیدت سے کام نہین لیا ہے بلکہ والد مرحوم کے یادداشتون سے اقتباس کیا ہے
آیندہ بشرط فرصت و زندگی آپکا متفرق کلام فارسی و اردو وغیرہ بھی طبع ہوسکیگا -
جو ایک بہتر ذخیرہ تاریخی ہوگا اور باعث تفریح و دلچسپی بھی - فقط

نرسنگھ راج

هُوَ الْبَاقِی

کلام حضرت باقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم گوئی
مفتاح گنج راز ایمان گر جوئی

باقی نام ذوالجلال لم یزل ولایزال است کہ ابدالآباد باقیست و ابتدای ابتدائیش و انتہای انتہائیش کسی را معلوم نیست ۔ باقی فانی یارای حمد او نمیدارد بعضی اشعار سر غزل باقی نامہ و ختم آن می نگارد ۔

غزل باقینامہ

ہمہ فانیست جہان یا باقی
ہست یک ذات تو الا باقی

ای غم عشق فنا فی اللہ کن
غیر ازین نیست تمنا باقی

دل و جان تا بہ توان رفت بہ عشق
ماندہ است این تن تنہا باقی

شد ز معشوق ظہور عاشق
نام مجنون است ز لیلا باقی

یار با تو نشود باقی یار
واری این حرص و ہوس تا باقی

غزل خاتمہ باقیہ ناصہ

همه عالم فنا است اے باقی — نیست موجود غیر تے باقی
همه تن خاکیم چو نے باقی — نیست جز استخوان و پے باقی
از دوئی در گذر همه او ئیم — نیست در راه غیر وے باقی
رفت بهرام گور هم در گور — نام کیخسرو ست کے باقی

غیر حق کل من علیها فان
باقیا نیست هیچ شئے باقی

باقی ثانی لاثانی ذات بابرکات محبوب ربانی معشوق یزدانی است که از همه آدم بمصداق لولاک لما خلقت الافلاک پیش از آفرینش موجود بود۔ و نیز بعد افنای دنیا و مافیها بروز قیامت شفاعت جمیع عاصیان پر معصیت خواهد شود۔ نعت او را چگونه سرایم بر این غزل نعتیه که مشهور جهان و مقبول صاحبان ایمان و ایقان است اکتفا می نمایم۔ مولانا علام امام شهید اکثر در مجالس مولد۔ از این غزل راقم آغاز بیان میساخت و عالمے را بوجد می انداخت۔

غزل نعتیه

ترا اول به اخفا آفریدند — از آن پس دین و دنیا آفریدند
پس از ذات خدا اول خدارا — جبالت ای خود آرا آفریدند

نخستین شان و قدرت عرش دادند ‌‌ ازآن عرش معلی آفریدند
ظهور عالم بالا ز پس گشت ‌‌ نخست آن قد بالا آفریدند
وجودت پیش آدم بود موجود ‌‌ تنت را پیش حوا آفریدند
قد و خد تو را پیرایه دادند ‌‌ وزان فردوس و طوبی آفریدند
ز عکس خنده دندان نمایت ‌‌ بهم عقد ثریا آفریدند
دو رخسار ترا گلگونه دادند ‌‌ ازان شمس و قمر را آفریدند
دو گیسوی ترا پیچ کردند ‌‌ ازان ثعبان موسی آفریدند
لب جان بخش تو اول بشد خلق ‌‌ سپس روح مسیحا آفریدند
ز خویت قطرهٔ در بحر بردند ‌‌ ز بحر نوح دریا آفریدند
ز رویت صبح عید خلق کردند ‌‌ ز مویت شام یلدا آفریدند
برب کعبه ابروی خوشت را ‌‌ برای سجدهٔ ما آفریدند
نشد از سرمهٔ مازاغ محتاج ‌‌ که چشمان تو شهلا آفریدند
جمالت بهر عالم حسن یوسف ‌‌ فقط بهر زلیخا آفریدند
سوادی دام از خال تو کردند ‌‌ بدل‌ها زان سویدا آفریدند
نهال قامتت را سایه زان نیست ‌‌ ترا بی مثل و همتا آفریدند
بجانت آفرین جان آفرین کرد ‌‌ ترا تا جان جانها آفریدند
ز بهر امتان بیکس و زار ‌‌ ترا ماوا و ملجا آفریدند
مبارک آفرینش را که چون تو ‌‌ شفیع روز فردا آفریدند
خدایت رحمة للعالمین گفت ‌‌ بهرکس رحم فرما آفریدند
سراپای ترا مدحت چه سازم ‌‌ که از نورت سراپا آفریدند

مرا باقی ز بهر وصف آن گل
برنگ مرغ گویا آفریدند

باقی لقب ظاهری و تخلص شاعری این فانی البنیاد گرد هاری پرشاد است که پدرش رائے نرهری پرشاد بن رائے سوامی پرشاد بن رائے راجا رام متوفیست که خدمت استیفا ہی و ششش کارخانه جات سرکار که از سه پشت ارثا تعلق داشت تاحال باقیست - واضح باد که این هر سه تن اجداد من مخزن معرفت اساسی و معدن گوهر حقیقت شناسی بودند - از تصانیف کتب و یدانت مذهبی مشتهر جهان و شنی دوران گشتند - این هیچدان را نیز الله تعالی به آن پایه رسانید و اکثر کلام مرا بزبان فارسی هندی بهاکا و اردو سمر زد گردیده و تا هندوستان و ایران برسائی تقدیر رسیده مقبول گرداند -

غزل

الهی جلوهٔ طور معانی وه بیانم را
زبان شعلهٔ وادی ایمن کن زبانم را

لبم را معدن یاقوت رنگین معانی کن
چه نیسان سخن پر در نما درج دهانم را

تن بی مایه ام را پرکن از جان سخندانی
روان جسم نظم و نثر کن طبع روانم را

چه در ظاهر چه در باطن بری خویشتن واکن
ز دل چشم نهانم را ز سر عین عیانم را

فنا گردان بجستجوی نام بی نشان خود
نشانی تا بود باقی وجود ناتوانم را

باقی هر چیز فانی است دردے که باقیست فانی نیست چون تمنای مطالعه رساله

نالہ درد و آہ سرد حضرت خواجہ میر درد کہ فقط نام شنودم و گاہے ندیدہ بودم در دل داشتم اتفاقاً بجہت تلاش این رسالہ ہائے نادرہ بہ مخزن معرفت مولانا عباس رفعت بہ شہر بھوپال کہ مجمع اہل فضائل و کمالست بہ نگاشتم الحمد للہ کہ ازان جا پنج رسالہ کہ حواس خمسہ کالبد عرفان بودند بدست شدند کیفیت آن ازین در و نامہ منظومہ کہ در شکریہ این ہدایا بطور رسید ارسال یافتہ بود پیداست و مذاق و اشتیاق باقی ازان ہویداست۔

رقعہ منظومہ

ای جناب رفعت رفعت مآب
مولوی عباس عالی انتساب

نامہ باغ خاطر این خوش نصیب
نالۂ آمد ز سوز عندلیب

گل گل از گلبانگ او نالان شدم
شکل نرگس جملہ تن حیران شدم

رشک بردم بر نوائے سوز او
جان فدا بر نالۂ دلدوز او

در چنین باغ بسیط پر بہار
از نظر گلگشت کردم چند بار

دیدہ وا کردم تماشا ساختم
آہ سرد حسرت افزا ساختم

نالۂ دردے کہ میکردم تلاش
آہ سردے برکشیدم دلخراش

نالۂ پرسوز دیگر شد حصول
ہدیہ ام دادی ز جان کردم قبول

درد دل چون مرہم دل یافتم
نور ایمان شمع محفل یافتم

خواستم دو نسخہ حاصل گشتہ پنج
از تو ممنونم دریں دار سپنج

نالۂ درد از تو پر آوازہ شد
آہ سردے گرم بے اندازہ شد

درد دل آرام جان شد بے دریغ
شمع محفل از تو گشتہ با فروغ

زیور طبع از تو شد این چار را | از دکن تا کشور چین و ختا
ساختی مشهور بر تحریک من | آفرین بر رای خوب نیک من
آفرین بر سعی جهدت آفرین | آفرین بر شاه عهدت آفرین
آفرین بر بیگم شاه جهان | آفرین بر همت آن قدردان
آفرین بر ملک بهوپال باد | آفرین بر دولت و اقبال باد
آفرین بر خوشنویس این کتاب | آفرین بر این کتاب لاجواب
آفرین شد از تو زنده نام درد | آفرین شد رشک صبح شام درد
صد هزاران شکر احسان میکنم | صد ستایش از دل و جان میکنم
در جواب او به پرسش عذر دار | من فراموشت نکردم زینهار

در دل باقی عقیدت باقیست
یار باقی هست و صحبت باقیست

باقی را چون رسالهٔ نالهٔ درد و آه سرد و درد دل و شمع محفل ما ورای نالهٔ عندلیب بدست رسید آنچنان شعلهٔ نالهٔ درد و شرارهٔ آه سرد از درد دل سر برکشید که شمع محفل حضار گردید و آنقدر فیضان مطالعهٔ آن چهار رساله عرفان استعداد انتباه آگاهی بهم رسانید که بتسوید این رساله درد باقی و دُرد ساقی که دُردیست از ساتگین درد و جرعه ایست از ساغرات ساقی معرفت یکتا فرو جرات نمود به ذلهٔ ربائی دسترخوان آن میزبان بزم توحید و جرعه کشی و پیمانه پیمائی مضبط آن ساقی وحید بخود شده ابواب کشف بروی دل غفلت خود بر کشود و برنگ نالهٔ عندلیب در چمنستان دکن لطف عجیب

انداخت ازین دو رباعی حالیه را زمزمه بلند ساخت۔

رباعی

درد باقی کہ جرعۂ ساقی ماست	مستی افزائے بزم عشاقی ماست
دردے کہ بہ میخانہ درد درد است	باقی از بہر فرحت باقی ماست

رباعی دوم

این درد باقی ست و درد ساقیست	مستی افزای بزم عشاقی ست
درد نیست زمیخانہ درد آن درد	باقی از بہر انبساط باقیست

باقی باد فرخندہ بنیاد حیدرآباد کہ بیادری تقدیر قسمت خداداد اتفاق مولد و منشاۓ اضعف العباد گردہاری پرشاد باقی درین سرزمین مینوسواد افتاد۔ بہ فضل بہ برکت و شرکت نام مبارک حیدر کرار محسود بلاد است و رشک روم و بغداد نام سلطنت اسلامیہ درین زمانہ پرفتن و فساد درین دیار باقیست و پرورش گاہ ہر قسم انام و عباد کہ مراد از رومی و زنگی و پارسی و فرنگی و عرب و عراقیست۔ چہ سیدا کہ حامی و حارس این شہر نادر الدہر کیست و باعث بقائے امن و سلامتی ریاست ابدمدت آگاہ شو آگاہ شو ہر جادۂ بد اعتقادی مرو کہ چار سوئے اطراف و اکناف این دیار اولیائے کبار مکملان اخیار ہمچون اشرف العارفین حضرت بابا شرف الدین صاحب قدس سرہ و جناب حق بین و حق جو شاہ راجو صاحب دام برکتہ و یوسف مصر علم الیقین یوسف صاحب شریف صاحب منیف نور اللہ مرقدہ و ضیائے شمع روشن

حسین شاه ولی صاحب قبله طاب مسجد منبر الحصار بر دو کرده‌ی و چهار کرده‌ی این بلده بزیر زمین به افضال ارحم الراحمین آسوده اند که آسایش تختگاه نظام و باعث امن امان کار و بار اهل اسلام ازان هویداست ۔

غزل

حیدرآباد دکن بیشک مقام اولیاست
شهریار ما و سبحان دل غلام اولیاست

ظاهرا گو نظم و نسق ارکان دولت میکنند
در حقیقت انتساق و انتظام اولیاست

از مخلل چیست بیم و در تزلزل چیست باک
تا که در اطراف و اکناف قیام اولیاست

نام زد محبوب سلطان از برای خیر هست
خطبه و هم سکه اینجا بنام اولیاست

آن شه آصف لقب بی غم ز خوف دشمنان
تا سر اعدای او زیر حسام اولیاست

تمغه خانی که از شاه عنایت شد عطا
بر همه اعلام آصف ز اهتمام اولیاست

حیدرآباد است بهتر آباد از دیگر بلاد
تا که باقی اعتقاد و احترام اولیاست

دفع گشته ساقیا اندیشهٔ رنج و خمار
خسرو ما چیره نوشش درد و جام اولیاست

از چه باقی بیمائی فکر شهر و شهریار
خوف باقی نیست در حفظ دوام اولیاست

باقی فانی تو عجب مرد نادانی که باوجود خدا دانی خود را بنده نشست و سلطانی زاده خانه سلاطین متکفل جهانبانی می شماری و به هوس نوبت و عماری و خطابات خدمات سرکاری خیال اطاعت گزاری خداوند حقیقی نمی داری اگر سر پاس به کار مالک آقا مجاز مصروف می باشی پاسے خود را مشغول و مالوف یاد الهی داری اگر تمام روز در انقیاد

مامور می مانی دے بالحظ روے توجه به بارگاهِ کارساز بے نیاز بیار -

غزل

هان بدنیا خیال دین هم دار — حفظ آن کن لحاظ این هم دار
پس پس و پیش چیست ممکن هست — پیش بینی غم پسین هم دار
آفرینش تمام گو از تست — یاد آفاق آفرین هم دار
شادمانی به عالم فانی — درد او در دل حزین هم دار

در مکان جهان که می مانی
باقیا خاطر مکین هم دار

باقی سراسر فانی است داوند که در نماز پنجگانه به بارگاهِ یگانه سجده شکرا نمائی - نه که از سر تبختر به دستار رنگین آرائی و به کلاه زرین و تاج مرصع سر تحشم و تکلف بر آسمان تکبر فرسائی چشمت داوند که مشاهدهٔ جمال وحدت و تماشاے قدرت سازی نه که نگاه بد و نظر حسد بر چهرهٔ پردگیان عفت و عصمت و خوب رویان نیکو صورت به نیت فاسد اندازی گوشت هوشدار ند که پند بزرگان نیک آئین و وعظ محققان دین مبین به عقیدت واثق بشنوی نه که به شکایت ابناے روزگار کشائی و به سماعت افسانهٔ فاسق در دهی زبانت داوند که شکر نعمت ہاے نامتناهی و وظیفه اسماے الهی کماهی نمائی نه که همه وقت تلخ گوئی دشنام و ژاژ خائی اقسام هذیان سرائی افزائی دستت داوند که به اعانت و دستگیری

درماندگان ضعیف بہ شجاعت وسخاوت پیش آئی نہ کہ از دست جبر و زبردستی زیردستان کمزور را پسپا نمودہ قوت آزمائی نمائی بایست وانندکہ برجادہ زیارت متبرکہ درگاہ اولیا وانبیا ازرہ صواب شتابی نہ کہ بہ پامالی موران ولگد کوبی کوران مورد عذاب شوی وانتقام آن یابی - افسوس ہزار افسوس کہ برخلاف شیوہ انسانی قدر عطائے خلقت نقد کرمتاجسمانی نساختی و وجود مسعود خود را باین اعمال نامحمود نابود نمودہ درکتم عدم انداختی -

رباعی مولف

خود را انسان باین عمل میدانی	حاشاک اللہ بدترا ز حیوانی
از ہستی تو نیستی افضل باشد	کشتی تو ز دست خویش باقی فانی

باقی از مذہبم ہیچ مپرس داد مشربم تشریح مجو درجادہ استدراک ملت کہ ہفتاد و دو راہ پرپیچ دارد زنہار منیہ ہندویم مگر سنگ دست نشاندہ خود را نام خدا نہادہ مشرکی نمی کنم - مسلمانم اما خاص مسجد را خانۂ خدا تصور ساختہ بزمین افتادہ سر برسنگ نمی زنم - بت من درتبخانہ من است نہ در معبد برہمن - نماز گاہم درطاق دل ست نہ درکعبہ آب وگل -

شعر

مبارک حاجیان را بُعد را قطع منزلہا	من ازراہ صفا کردم طواف کعبۂ دلہا

تشقۂ صندل زنہار بپیشانی نمی کشم کہ در دسرازان می زاید داغ سجدہ را ہرگز برجبہۂ خود

جائے نمی دہم کہ تیرہ روی می افزاید۔

شعر

سجدہ تا بہ در بتکدہ پیشانی بود　　قشقہ کفر من از نور مسلمانی بود

غزل

ترا ز کفر و مسلمانیم چہ در کار است　　ازین دو ہست خوش آن کالست بخفارا
گہی ز پرسش او عاست بد مور و قہر　　گہی ز بخشش آمرزش گنہ گار است
مرا ز جنت و دوزخ امید و بیمے نیست　　قضا ش ہر چہ بخواہد کند کہ مختار است

گہی ز مکر منش در دو باقیست آرام
گہ از مشیتش آرام در دو آزار است

غزل دیگر

نے کافر بد کیشم و نے کافر و نیم　　آزادہ عشقم نہ چنانم نہ چنینم
شد قرعہ بد نامی او نقش جہینم　　من کافر عشقم چہ بود کار ز دینم
خوانی اگرم عاشق بے کینہ ہمانم　　دانی اگرم بستہ و پر بینہ ہمینم
جائے کہ بود پردگی حسن مکانم　　آنجا کہ کند جلوہ گری عشق مکینم

فانی اگرم خواند بہ تقیید چنانم
باقی اگرم گفت بہ تیشر بہ چنینم

باقی وحدت بے شرکت او را در عالم کثرت چگونہ شہود است باید فہمید عکس آفتاب را ہنگام نصف النہار در تمامی ظروف پر آب بے شمار جلوہ نور منور و روشن ظاہر و رنمود است باید دید۔ پس ظرفے را از ان ظرفہا باید شکست و باید دانست کہ فقط ظرف مفقود است و تاب آفتاب بلا کم و کاست بر جائے خود موجود ۔

بیت

آن شوخ طرحدار پیا ہست و پیا نیست	باقی فنا	چون عکس ہر آئینہ جدا ہست جدا نیست
آن دلبر عیار پیا ہست و پیا نیست		چون بوئے گل و غنچہ جدا ہست و جدا نیست
این کون و مکان غرقہ گرداب فنا ہست		باقی ہمہ مشتق ز فنا ہست و فنا نیست

بیت

ہمہ او خود ہمہ دانی این است	معنی باقی و فانی این است

باقی دل تقدس منزل خود را کہ مظہر انوار تجلیات یزدانی و مصدر لمعات نورانی از فیوض تصورات سبحانی است از گرد و غبار وسواس لاطائل نفسانی و خس و خاشاک باطل خواہشات شیطانی مکدر مدار و درین گل زمین ہمیشہ بہار تخم مغیلان مکار۔ این مرآت حق نما را زنگ آلود مساز و این الماس شفاف را در خواب غفلت میانداز۔ تختہ آہن از مصقلہ روکش آئینہ مصفا میگردد و آبگینہ از آلودگی گرد و غبار سیاہ می پذیرد ۔

غزل

افسوس ہست نیست کسی رازدان دل	سازم چہ با مجاز مشروح بیان دل

اے بے خبر تو صورت اصلی خویش را
چون آئینہ صفا کن و بنگر میان دل

باید کہ دل دو پارہ بداری ز درد عشق
پیوند حرف نیست ازین رو میان دل

تا چند ضبط نالہ و فریاد یا قتیا
باقی نماند حوصلہ امتحان دل

غزل دیگر

ہم قطرۂ خون مئ ناب است دل ما
ہم اشک جگر سوز کباب است دل ما

ہم شیشہ و ہم جام شراب است دل ما
ہم ساقی و ہم عالم آب است دل ما

تا یک نفسے راست کند غرق طوفانست
دریاب کہ نازک ز حباب است دل ما

ہر داغ درو نقطہ اسرار الٰہی ست
گر چشم بطون است کتاب است دل ما

ہر چند کہ بے پردہ نمایان شدہ دلدار
از بودن ما بہ حجاب است دل ما

از خانہ برانداز ئ آن چشم فسون ساز
اے خانہ ات آباد خراب است دل ما

جائے کہ بود جمع دل خلق بیک زلف
باقی تو بگو در چہ حساب است دل ما

باقی دمے بخود آ و خود را بشناس و اسرار خدائی را در خود بیاب و قدم بقدم این خدا فراموشان بخود گذاشتہ بر جادہ غفلت شتاب ۔

غزل

اے ز ہستی غبار خویشتنی
پردۂ یار غار خویشتنی

شد حجاب تو بود و نابودت — از میان خیز یار خویشتنی
دل مصفا کن به تماشا بین — که خود آیینه دار خویشتنی
دل پر داغ خویش را خون کن — که سراپا بهار خویشتنی
ذات خواهی صفات را بگذار — چند در اعتبار خویشتنی
چند با این و آن شوی مشغول — دشمن روزگار خویشتنی
از تویی و منی هزار افسوس — رهزن رهگذار خویشتنی
ز سفید و سیاه کارت چیست — که تو لیل و نهار خویشتنی

شش جهت یک جهت شود باقی
یکدمے گرد و چار خویشتنی

باقی این هزارها نباتات مختلف الالوان که بسیار افزاے دیده بصیرت اند و این جمادات پست و بلند اقسام کوهسار که برنگارنگی انواع سنگ سر به فلک می سایند و این انوار شعشعان نجوم و شموس و اقمار و ثوابت و سیار که نه سپهر گردون گردان جهان و جهانیان را باین بُعد بعید مستنیر و مستفیض می نمایند باعث ظهور و شهود لیل و نهار روزگار می باشند فاعل این همه کیست باید دید و صانع این صنعت هاے عجیب و غریب که پیدا نیست باید فهمید۔

دیدی نقش و نگارها را — بنگر نقاش کارها را
این دانهٔ خشک چون شجر شد — گل کرد چسان ثمارها را

در باغ خزان چگونه آمد | آورد که این بهار ها را

باقی شمارا اعتبارے
این صورت اعتبار ها را

باقی این ملوکان ممالک که ملک محروسه و مقبوضه خود را ملک موروثی می انگارند
و خود را مالک و وارث مملکت می شمارند از مالک الملوک لمن الملک الیوم
که توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء در شان تنزیه نشان ع
آگاهی نمی دارند و وقتے که رجیل قل متوفکم ملک الموت می تو از ند جمیع املاک
مملوکه را وا می گذارند و خود را درهمان خاک ملکے چار و نا چار می سپارند

غزل

باقی نه ملک هست نه آن شهریار ملک
تا چند ملک داری نوبت ای ملک
دارا و کیقباد و سکندر کجا شدند
رنگ زمانه نیست به یکرنگ باقیا

بر نقطه فناست مقام و مدار ملک
در ملک خویش آرچه نمودی شمار ملک
بر نام شان بماند کجا اعتبار ملک
باقی دوام هست خزان و بهار ملک

باقی این شائخان مشیخت مآب و فاضلان فضیلت انتساب و واقفان
مسائل شریعت و مفتنان قانون عدالت که بظاهر طالب علم شریعت
شده در حقیقت طالب دنیا و دولت می باشند و فتنه بیا و رہی تقدیر
از مکر و تزویر و سعی و تدبیر به مسند تصفت وانصاف اجلاس نموده

متمکن می شوند با غراض ذاتی خوف منتقم حقیقی و ترس عادل تحقیقی را بدل راه نداده در پردهٔ قانون و دستور چها ظلم بر مظلومان نمی افزایند فقط برای اظهار باطلهٔ چهار گواه را اعتبار سوگندهای بی دینان روسیاه که قرآن شریف را برسر می بردارند و تعظیم آن می انگارند هزاره با خلق الله را خواه مخواه تباه می سازند و نرد دغا به عیاری می بازند و براستی خودی سازند و می نازند و بال اعمال این با ذوال سلاطین ذی اقبال می گردد و موجب استیصال رؤسای با جاه و جلال می گردد -

ظلم ارکان باعث نقصان سلطان می شود از گناه عاصی در جور شد غارت جهاز	ستم رکنے موجب تخریب ایوان می شود شهر آبادان ز بوم نحس ویران می شود

باقی هوشدار و باستماع حکایتے کے سرایم گوشدار که بر یک شاخ درختے همای بختیار و زاغ نابکار هر دو را قرار بود و در زیر سایهٔ آن صیاد و شایق شکار با کمان و تیر تیز آمد و بر بستر خواب می آسود . آن زاغ عیار بروے صیاد مذکور غلاظت ریخته بود و پرواز نمود چو از این آزار صیاد بیدار شد و چشم خواب آلود بکشود به غضب موفور تیر بلا بر همای بے قصور از بدگمانی آنچنان بزد که جانش بر بود -

آن زور که ساخت در عمل زار که شد جای انصاف هست یارب انصاف	گل کرد گنا سے که او خار که شد تقصیر که ساخته گنهگار که شد

باقی - اعتبار زندگی ناپائدار چیست مرنگ حباب وجود و عدم آن برا

قیام و قرارے نیست تا نفس راست ننائی غرقۂ طوفان بلاست تا دمے و کشتی از سیلاب حوادث گرفتار چار موجہ فناست در یاب در یاب و از بن قلزم پر گرداب بیرنگ موج بر کنارۂ سلامتی بشتاب ۔

شعر

زندگی نقش آب را ماند	ہستی ما حباب را ماند

وقعہ

درین بحر شکل حبابیستیم من	ہمان لحظہ مردم اگر زیستیم من
چہ ایام فانی نہادند باقی	کہ باقی نیم عین فانیستم من

باقی ۔ این وجود بے بود فرع را از اصل دور نمود و از عالم تنزیہ برآورد در ورطہ تقیید انداخت و از آشنائے حقیقی مہجور نمودہ ناآشنا محض ساخت

ما بدریا چو حباب افتادہ ایم	از تعین در حجاب افتادہ ایم
بود ما شد پردۂ معبود ما	بر رخ خود چون نقاب افتادہ ایم

باقی ۔ باقی عمر را غنیمت بشمر و امید یا طلۂ یک صد سالہ مفروضی زنہار مدار اے غافل پنجاہ و ان ہر شام بر بستر استراحت و آرام دراز کشیدہ کم ساختی و پانزدہ در ایام طفلی نزد لہو لعب از بے شعوری در باختی ہمان قدر در جوش

جوانی و عزیزی شباب خراب شودی بعد تجربه این سی سال پس از هشتاد سال بوفیر قضا اگر زنده بماندی در عالم پیری ضعف و ناتوانی افزودی و بمنزله مرده بدست زنده بودی۔ اے غافل نادان سواد و موادی داری حساب گیر باقی عمرت چیست افسوس هزار افسوس سرمایه عمرت بدست تو هیچ نیست۔

اے بیخبر ز خویش چو سازی شمار عمر	ظاهر شود سیاهه ناپایدار عمر
از جمع و خرج خویش چو بینی حساب را	باقی بدانی حاصل نفع و ضرر عمر

باقی پیر من پیر مغان است و مرشد من ساقی خمکده و دوران که سقاهم ربهم شرابا طهورا رشحه از جام فیضان اوست جرعه نوشی و دردی کشی می نمایم از لطف کیفیت آن هر آن بیخبر و بیخودی شوم از کون و مکان اهل دل برآبله خود را که چون خوشه انگور است سراسر خون می نمایم در خمکده تن رنجور مخمور چنان میدهم گداز که اثری ازان باقی نمی ماند۔ بعض وقتی از قرینش دیده مضطر گردیده بصورت اشک می چکد و باده ناب و آتشه عرفان میگردد و مانند باده صهبای تند هوش و عقل را نمی زداید بلکه سرور تصور الوهیت می افزاید۔

چنان داد ساقی شراب الستم	که بی ساغر و شیشه تا حشر مستم
ز توبه شکستم بعهد بستم	شکستم به بستم به بستم شکستم

اے یار بدهوش تو که شراب خواندی و به علت دایم الخماری گرفتاری

و بجز حرام کاری و بدشعاری از حلال و حرام خبر نداری کیفیت نشهٔ معرفت الهی چه می انگاری - هر چند که خود را از جرعهٔ نوشان مقطعه یا می پنداری -

باقی کسانیکه افرط هوس جمع زر نموده خود را مالدار شمردند و برائے و تات نه دادند نه خوردند آخر بمردند و اندوخته خود را بدیگران سپردند و بجز اعمال قبیحه همراه خود هیچ نه بردند -

غزل

در میان لفظ زر پیوند نیست	زان رفاقت زر ندا ده باکسے
مختصر بر زر همه کار جهان ست	تارک زر نیست در دنیا کسے
وین نگردد حاصل او را زینهار	ترک دنیا را نسازد تا کسے

وین نماند باقی اگر دنیا کنی
چون کند این هر دو را یکجا کسے

باقی هر چند که برائے ترک دنیا و هوس زر تازیانهٔ هدایت پر اثر بر دل و جگر هر بشر می زنی و سفر زر و دولت دنیائے دون پرور سکنی حصول صواب و خیرات و زکات و ظهور باقیات صالحات منحصر بر آن است که ازان آسایش جان جهان و جهانیان است -

اشعار

سرا و پل و مسجد و خانقاه	شفاخانه و مدرسه نهر و چاه

بجز زر نگر د و کہ فیضان عام | بدنیاست ازمال داران تمام

عدم و وجود مفلس در عالم امکان برابر است و بے استطاعتی دلیل بے فیضی و بے بضاعتی مظاہر۔

اشعار

چہ از دست مفلس شود کار خیر | چہ از پائے لنگ است امید سیر
چہ فیض از وجود تہی مایہ | کہ بود ست خود بار ہمسایہ

اے یار ہوشدار۔

اشعار غزل

با تو کس یار نیست یار زر است | کیست آن کو نہ خواستگار زر است
ہر کسے ہیچو صورت پرکار | حلقہ زن گرد ہر مزار زر است
تخم نیکی بکاشت اندر دہر | خوبی کار کاشتکار زر است

گر گل خیر شگفد باقی
از گلستان دل بہار زر است

باقی اگر مالداری حسب ہدایت شاستر بسر ساز و بکثرت دولت تکبر مکن ورنہ تہا رمانند۔ پنج حصہ مداخل خود بشمار یک حصہ آن را در امانت بگذا

تا فردا یا روزے آید بہ کار و از حادثہ و انقلاب روزگار نشوی خوار و زار و یک حصۂ آن را بہ فقرائے متوکل و غربائے صاحب دل و محتاجان دور افتادہ از دوام دشواری و مشکل بسپار و حصہ از آن حق قربائے قریب و عزیزان و خویشاوندان غریب بپندار و حصۂ آن بہ صرفہ لابدی و ضروری خود بسپار کہ اعتبار دولت تو ہموارہ بماند پایندار۔

اشعار

صرف مال خود بدین تدبیر کن
از قناعت تکیہ بر تقدیر کن

خرج تو از دخل گر افزون بود
کم شود گر دولت قارون بود

گر نمائی صرفۂ زر رائیگان
باقی کے ماند ز گنج شائیگان

باقی این شیر کہ آمیزش نمک شور یا از ترشی صحبت با الضد ور دالبتہ تغیر شدہ صورت جغرافیت می پذیرد و از گشتہ ہر تال ہدایت پیر مرتیا کہ می آمیزش پپند دل پذیر باز رنگ شیری گیرد این نسخہ حکمائے مصری را اگر بدانی سے وہم باطلہ تبدیل او ضاع را از دل دور گردانی۔

غزل

بکن غور غافل چہ بودی چہ گشتی
پس از فیض کامل چہ بودی چہ گشتی

کہ از راہ شریان رسانید خونت
تصور کن اے دل چہ بودی چہ گشتی

چہ گلہا ز نو رستہ در باغ عالم
چہ دانی تو اے گل چہ بودی چہ گشتی

گہے جام دگہ کوزہ دگہ خمستی
عجب با مشاکل چہ بودی چہ گشتی

شدی گاہ باقی شدی گاہ فانی
چہ حاصل چہ حاصل چہ بودی چہ گشتی

باقی اگر دانائی بدانی که دانهٔ ته نشین زمین اوّل ریشه می شود و از ریشه شجر و از شجر شاخ و از ان شاخ برگ ہائے باریک و فراخ و ازان برگہائے شگوفه و از شگوفہا ثمر گردیده نام اقسام تا وقتیکه خام می باشد به تبدیل الوان بگذشتن چند ایام تا ہنگام پختگی اتمام تغیر اوضاع می بردارد و بمذاق و مرام کام ہائے انام گوارائی ترشی و شیرینی در پختگی طعام می باید - و وقتیکه آفتاب فیضان ہدایت اہل اللہی تابد و نقص خامی می رباید نام اصلی خود می گراید و بنظر خواص و عوام ہمان دانه بنظر می آید - ازینجا باید فہمید و تماشائے وحدت و کثرت باید دید -

غزل

دانه بودم به ته خاک اگر گردیدم
ریشه گشتم پس ازان شاخ و شجر گردیدم

برگ نو رسته شدم غنچه شگفته شدم
زان سپس رنگ گل تازه و تر گردیدم

باز پژمرده شدم خسته و افسرده شدم
بعد ازین نشو و نما خام ثمر گردیدم

آخر کار شدم پخته ز تاب خورشید
پس به انجام ہمان دانه ز سر گردیدم

بنگر وحدت اصلیت او باقی ماند
گرچه صد گونه به اوضاع دگر گردیدم

رباعی

ہر دانه که در زمین نہان می گردد
با صورت مختلف عیان می گردد

در وحدت او فرق نشد زین کثرت　　انجام چو بنگری همان می گردد

نثر ایضاً

باقی زمزمه سرائی و نغمه آرائی را بعضے صوفیان صاحب حال روا داشته و اکثرے حرام و ناجائز پنداشته. اگر برائے رقت قلب و مشغله خداشناسی است جواز است و گر محض بجهت حظ نفس تعیش اندیش خویش می سازی ناسازست بجائی در دوائے او سپے اہل البیان حالی است ورنه چون دہل تہی مایه بجز شور سمع خراش از اسرار معانی خالیست. کتاب زمزمه باقی که اوزان هندی موزون نموده ام درد ساقی وحدت ازان کیفیت افزاست و درد باقی از هر زمزمه دل گدازش هویدا ازان یک زمزمه تراشه و دیگر گیت فارسی یگانه که خوشتر از دوگاه و سه گاه عراق ست بطور مذاق می سرایم و بخراشش این مضراب رگ جان اہل دل و عارفان کامل را چون تار طنبور تحریک داده به قانون مطربان ذوق به زار نالے شوق می گرایم۔

ترانه

دل داد تا دانی تا دانی تا دانی
تن در چه تن داری تن در چه تن داری

تن داد تا دانی تا دانی تا دانی
تن تفنست تا چند نادانی نادانی

دیگر

باقی اندر گلشن دوئی هردم طوطی آسا گوی
با او وصل نسازی هرگز در کن ترک دوئی دوئی

توئی توئی توئی توئی توئی توئی توئی توئی
من ما من و ما تا کے غافل اوئی اوئی اوئی اوئی

یعنی اندرین گلشن دوری که بر جادهٔ من وبائی می پوئی اگر دل شناسا واری لازم است که اورا بجوئی دلیسان طوطیان خوش بیان و مرغان نغمه خوان هردم وهر آن توئی توئی بگوئی زنهار با او وصل نیابی هرگز دوئی یکی دعوائے من وما تا کے بینائی که دوئی اوئی ـ

باقی حافظ حقیقی هر ذیحیات مخلوقات را درکائنات از آفات و بلیات نجات می بخشد ومحفوظ می دارد واین حادثات وآفات که حادث می شوند نتیجهٔ اعمال شنیعه وکیفر افعال قبیحه اوست اگر به استغفار وزارتا لے با هزاران خشوع وخضوع به بارگاهش رجوع آرد وبرضائے او راضی بود به مشیت الهی خود را بسپارد اولے ورنه از کرده وناکرده ازان بصیر وخبیر را چه پروا ـ نقل است که طائرے بر شجرے جا میداشت وصیادے در پائے آن درخت تیر جان گیر را بر زه کمان نهاده برائے شکارش از کمین گاه همت می گماشت آن مرغ بیچاره از مشاهده این حال بخیال پرواز نظر بجانب آسمان نمود شه بازے دید که از بلندی بر سرش از تیر پائے می رسد آن وقت جائے نجات نیافته بعجز والحاح درآمده باین ترانه زمزمه باقی مترنم گردید ودعائش درجه پذیرائی گزید ـ

	ترانه	

رکهنا رحمے بر حالم بے پر ہے بالم
زاری من بشنو سمیعا زاری من بشنو تا کے در نالم
نقد عرفان بخش کریما نقد عرفان بخش ہے زر ہے بالم

رکهنا رحمے بر حالم
ایضاً
در

بر تو پنهان نیست خبیر بر تو پنهان نیست　　باقی احوالم　　ز تنبار حسے بر حالم

که ناگهان بارے صیاد مذکور در گزید و دران بدحواسی تیر از شصت
وزه کمانش خود بخود رها شد و در حق آن شهباز که قریب آن مرغ
گردیده بود بمنزله ناوک قضا شد و بجانش باین واسطہ غیبے بوقوع
انجامید و کار آن هر دو ظالمان باین سامان باتمام رسید -

ذات پاک او که الرحمان القهار هست	رحم و قهرش منحصر بر قسمت و کردار هست
گر ترا از صدق و دل توبه و استغفار هست	مغفرت یابی بلاشک کان خدا غفار هست
خار در آزار بخشی باز قهرش وار هست	وار در هنگام قهرش کم ز نوک خار هست
یار هر وقت عتابش بد ترا ز اغیار هست	غیر را یارا کے یارے کجا آیار هست

هر وقت صعوبت بجز الله از دیگرے استعانت مخواه چه مجال است
که غیر او دیگرے بگیرد در پناه -

رباعی

در خواست بجز خدا نمی باید کرد	لب را بے صرفه وا نمی باید کرد
از ناخن پانمی کشاید گرہے	زین یاران التجا نمی باید کرد

باقی - این عالم فانی بازی گاه طفلان است ثباتے و قرارے نمیدارد
هر چیکه دران است راقم در سالے جشن شادی دخترے مهیا نمود در قصر چدری

بدیگر جمیع اطفال آنقدر حادثه شد که پر پریشانی بر پریشانی افزود۔ غرضیکه به بے لطفی تمام شادی به انجام رسید۔ لاکن هیچ یک طفل از اغذیه اقسام این تقریب شیرین کام نگردید۔ عهد واثق باین طفلان ساخته بودم که بعد صحت هر چیز خوردنی را تیار نموده خواهم خورانید بفضل او تعالی چون سوق آن بیاید شادی لعبت هاے طفلان بساط بازی بگسترانید این تقریب غریب را بخوبی تکلف دادم به تصنیف این غزل لطیف زبان عبرت ترجمان را بر کشادم۔

غزل

مبارک باد لعبت بازی اطفال ای باقی
بدان کار جهان را هم بدین منوال ای باقی

چو گردد ختم بازی نه سازش صندوقے
تماشا یکدو ساعت کن بشوق خوشحال ای باقی

برنگ خانه بازی طفلان است این عالم
ز بهر بچگان مختلف اشکال ای باقی

چنین بازی بماضی شد بے حالا که میگردد
بنیسان هم شود در عهد استقبال ای باقی

اگر من بازی آیم ازین بازیچه باید کرد
پے بازی دگری آیا ندیتال ای باقی

درین دنیا نباشد هیچ کس بے رنج و غم زین پس
تو هم مانند طفلان باش فارغ بال ای باقی

مرا این بازی لعبت خوش آمد همره طفلان
مبارک شد بطفلان رقص هم خوشحال ای باقی

کم از بازی نباشد فکر خانه داریت هر دم
همه هیچ است ناید با تو نیک اعمال ای باقی

غزل دیگر

هم آواز ند در پرده به بزم حال ای باقی
صدای نغمه و چنگ و رباب و نال ای باقی

خم و کوزه سبو جام سفالین کاسه می باشد
هزاران نام خشت خاک تن منوال ای باقی

برنگ اعتبارے لایق شاه و گدا گشته
ز یک پشم است در این گلیم و شال ای باقی

دو بینی مثل احول نیست شایان مرد صدرا
به یک چشمے نظر کن صورة احوال ای باقی

تعاقب نکبت ادبار می سازد درین دنیا
چه باشد اعتماد دولت و اقبال ای باقی

همه مانند ماضی حال ماضی میشود فردا
چرا امروز سازی فکر استقبال ای باقی

تو کافر مشربی چون بحث ایمان میکنی از ما
عجب حال باشد ذوق قیل و قال ای باقی

ازین دار فنا تنها نه قصد رفتنی داری
هزاران کاروان هستند در دنبال ای باقی

پذیرائی هر چیز است بفضل و عطای او
برمضان عید گردد غرهٔ شوال ای باقی

ندیدش از کجا آرم نه دیدستم ندیدا او
که مثلش نیست پیدا هست بی تمثال ای باقی

اگر او کن نمیگفتی نمی گشتی مکان پیدا
شد این ایجاد تکوین سپهر و چرخ و دال ای باقی

کمی عمر خود از بیشی ایام می فهم
ز دستم رفته هر آن روز و ماه و سال ای باقی

جبال و آسمان و ارض را بار امانت آمد
بغیر از من امانت را نشد حمال ای باقی

حذر از صحبت این قحبهٔ دیرینهٔ دنیا
هزاران شوهران را کشته است این زال ای باقی

کجا گنج و کجا قارون زمال آمال میداری
که انجام از فنا دارد مآل مال ای باقی

رباعیات حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ مترجمہ
راجہ باقی مرحوم

حمد المنزہ تسمی باللہ مرآۃ جمالہ جمیع الاکوان	درد	فی الخلق وجدتہ وانکان سوا فی الکون لما رأیت الا ایاہ
اُس پاک کو حمد نام ہے جسکا ہے خدا ہے اوس کے جمال کا جہان آئینہ	باقی	پایا وے خلق مین وہ ہی اُسکے سوا دنیا مین نہ دیکھا مگر اوس کو دیکھا
اللہ قضی کل قضاء و قدر لا حول ولا قوۃ الا باللہ	درد	واللہ بہ وجود نفع و ضرر لولا تاثیرہ لما کان اثر
اللہ ہی کا حکم ہے قضا اور قدر لاحول ولا قوۃ الا باللہ	باقی	سوگند ہے اُسکی ذات سے نفع وضرر تاثیر نہوتی اوسکی ہوتا نہ اثر
لا نعت لذاتہ و لا توصیف العجز عن الدرک لدرکت ما ہو	درد	لا امر لوجدہ و لا تکلیف لا اسم ولا رسم ولا تعریف

اُس ذات کو لغت ہی نہ ہی کچھ توصیف اور اک سی عاجز ہے بشر وہ کیا ہے	باقی	پا نیکو اُس کے امر ہی سے تکلیف بس کچھ بھی نہیں ہی اسم و رسم تعریف
اللہ تجلی الظہور الاسما بالشمس کما تخفی جرم القمر	ورد	ایاہ وجدنا بحضور الاسما الخلق منور بہ نور الاسما
اللہ کی تجلی ہے ظہور اسما خورشید سے جس طرح منور ہی قمر	باقی	ہمنے اُسسے پایا بہ حضور اسما یوں خلق منور ہے بہ نور اسما
لا یوجد لا جاعل ولا مجعول ادرکت وجودہ بلا شرط الشی	ورد	لا شی ولا فاعل ولا مفعول لا علة وشبہنا ولا معلول
کیا پایا ہیں نہ جاعل ہی نہ ہی وہ مجعول پایا ہے وجود اُسکا بے شرط شی	باقی	نا شی ہی نہ فاعل ہی نہ ہی وہ مفعول علت ہی نہ اوسکی اسجگہ نا معلول
یا رب اذا عرفت انت المعبود ایاک وحدت فی الجمیع الاعیان	ورد	انی لسجدت حیث انت المسجود یا من انت الوجود وانت الموجود
یا رب تجھے پہچانا کہ تو ہے معبود پایا ہی تجھی کو میں نے سب اعیان میں	باقی	وہاں میں نے کیا سجدہ جہاں ہی مسجود ہے تو ہی وجود اور تو ہی موجود

نعت

درد

خواہی کہ شود درد دو جہانت بہبود
در بندگی رسول باشی بسجود
گر فہم کنی وگرنہ فہمی بے شک
حق است ہمان ہرچہ پیمبر فرمود

باقی

کونین میں چاہتا ہے اگر اپنا بھلا
رہ بندگی نبی سے سجدہ میں پڑا
تو سمجھے یا نہ سمجھے باقی بے شک
حق ہے وہی جو کچھ کہ پیمبر نے کہا

باید دانست کہ ہفت رباعی را بلحاظ حمد و نعت اخذ کردہ بر عنوان سرنامہ آوردہ شد باقی ہمہ رباعیات جناب خواجہ میر درد علیہ الرحمان و ترجمہ باقی ہیچمدان از اینجا حسب ترکیب نسخہ علم الکتاب جناب مغفور بودہ است

درد

ساز سفرے اکابر آراستہ اند
باہم برکاب گر چنین خواستہ اند
اے درد تو ہم برائے تعظیم کنون
برخیز کہ اہل بزم برخواستہ اند

باقی

تیار سفر کا ہو گیا ہے اسباب
اور قافلے والے ہیں سبھی پا برکاب
ای باقی کھڑا ہو تو بھی بہر تعظیم
اُٹھے ہیں سب اہل بزم کر کے شتاب

درد

در خلوت ما کہ رشک صد انجمن است
با خویش زبان چو شمع گرم سخن است
عالم آئینہ خانہ است و ما را
ہر سو کہ اشارتست با خویشتن است

اپنی خلوت میں حال کھلتا ہی ہمیں اس آئینہ خانہ جہان میں دیکھو	باقی	قال اپنی زبان سی شمع آسا ہی ہمیں ہے لپٹے ہی ساتھہ جو اشارا ہی ہمیں
از فیض تو ہر خزانہ معمور آمد بخت سیہ است رخت ز عالم بربست	درد	وز لطف تو ہر غمزدہ مسرور آمد ہر سایہ کہ زیر سایۂ نور آمد
رحمت سے ترے کوئی نہ مہجور رہا بس بخت سیاہ اُس کا معدوم رہا	باقی	ہر غمزدہ جان و دل سے مسرور رہا جو سایہ کہ زیر سایہ نور رہا
ہستی و عدم خراب میخانۂ اوست چشم دل تو اگر حقیقت بین است	درد	امکان و وجوب مست پیمانۂ اوست ہر ذرہ خلق روزن خانۂ اوست
ہستی و عدم اُسی کا میخانہ ہے گر دیدۂ دل ترا حقیقت بین ہو	باقی	امکان وجوب جس کا پیمانہ ہے ہر ذرۂ خلق روزن خانہ ہے
فہمی تو اگر ظہور کونین ز کیست نفس الغیب چو صبغۃ اللہ بود	درد	پیش تو برابر است چہ مرگ و چہ زیست معلوم کنی تلون عالم چیست
کس کا کوئی نہیں ہے سمجھ لے مطلب رنگ بیرنگ جب نظر میں آجاوی	باقی	کیا مرگ ہی کیا زیست برابر ہیں سب تب سمجھے گا بیرنگی عالم کا سبب

گر باد نسیم مست بوی تو گذشت یارب چقدر ز خلق نزدیکتر ہی	درد	در فصل بہار محو بوے تو گذشت ہر کس کہ ز خود گذشت سوے تو گذشت
ہے تیری ہی بو پہ گزر باد صبا مخلوق سے یارب ہی تو کتنا نزدیک	باقی	تیرے ہی طرف گلون کا موسم ہی گیا جو اپنے سے گزرا ترے جانب گزرا
اے بہر شفاعت دو عالم لائق بے شبہ ز خورشید حقیقت بجہان	درد	دارم ز جناب تو امید واثق تو مخبر صادقی چو صبح صادق
تجھکو ہے دو عالم کی شفاعت لائق خورشید حقیقت ہی جہان مین بیشک	باقی	رکھتا ہون مین تجھ ہی سے امید واثق صادق مخبر ہے مثل صبح صادق
زد شعلہ چو حسن دلفروزش خوانند خلق است عبارت از ظہور خالق	درد	گل کرد چو ناز عشق سوزش خوانند خورشید چو جلوہ کرد روزش خوانند
جسکا جب حسن دلفروز اسکو کہین ہے خلق عبارت ظہور خالق	باقی	بڑہکا جب عشق ناز سوز اسکو کہین خورشید کری جلوہ تو روز اسکو کہین
آن دل کہ ہمہ وقت بحق آگاہ است در دیدۂ مردمان اہل تحقیق	درد	خالی ز خیالات گدا و شاہ است مصراع دگر ز بہر بیت اللہ است

جو دل کہ ہے ماہیت حق سے آگاہ اہل تحقیق کی نظر مین بے شک	باقی	سب اسکو برابر ہین گدا ہو یا شاہ وہ مصرع ثانی سے پیے بیتا للّٰہ
بحر ہستی کہ در خروش افتادست یارب مددے کہ بیخودی میخواہم	درد	از کشمکش علم بجوشش افتادست بار دو جہان بسر بیہوشش افتادست
دریائے حقیقت مین جو واقع ہی خروش یارب تو مدد کر مجھے کر دے بیہوش	باقی	ہے کشمکش علم سے سب یہ سکا یہ جوش کونین کا بار سر پہ رکھتا ہے یہ ہوش
اے درد بصد رنگ اگر پیدائیم چون عکس نمود ما وجود دگری است	درد	اما مرآت معنی یکتائیم ہر چند کہ باہم نگولی مائیم
ہر چند کہ سو رنگ سے پیدا ہین ہم یہ عکس نمود ہے وجود اور ہی کا	باقی	مثل آئینہ کے معنی یکتا ہین ہم موجود ہین گو نہ کہہ پیدا ہین ہم
لوح امکان بود ز ہستی سادہ آلان کما کان اگر در نظر ست	درد	واجب ہمہ جا فیض وجودی دادہ ممکن ز عدم پائے برون ننہادہ
لوح امکان ہی سادہ ہستی ہی کیا الآن کما کان کے معنی سمجھو	باقی	باقی ہے وجود فیض واجب ہر جا ممکن نے عدم سے پاؤن باہر رکھا

هر جا که ترا جلوه گری خواهد بود در صفحهٔ امکان کلفت گر نه بود	ورد	دل در صدد پرده دری خواهد بود باطل چون سطح جوهری خواهد بود
جس جا په تری جلوه گری هو کامل گر صفحهٔ امکان نه هو تیری طرف	باقی	هوگا مرا دل پرده دری پر مائل مثل سطح جوهری کے هوگا باطل
باطل نبود جهان حکمت بنیاد می خواست که بر خویش نظر بکشاید	ورد	بیهوده نشد کثرت نقش ایجاد غیریت ما آئینه در دستش داد
خالی نهین حکمت سے جهان آرائی چاہا جب اوس نے اپنی صورت دیکھی	باقی	باطل نهین ایجاد کی کثرت بهائی غیریت میری آئینه دکھلائی
ادراک مرا دعوت پیدائی کرد زین پیش نداشتم دماغ صحبت	ورد	فریاد که رسوائی شناسائی کرد علم است که این انجمن آرائی کرد
ادراک نے جب دعوت پیدائی کی مجھکو تھا کہاں دماغ صحبت پہلے	باقی	فریاد که بیداد شناسائی کی اس علم نے سب انجمن آرائی کی
اینجا که بلیهٔ تقید عام است زندانی قید هستیم چون طاوس	ورد	آزادگی است درد خیال خام است هر نقش پری که هست چشم دام است

دنیا مین بلائے تقید ہے عام قید ہستی مین ہو نہین مثل طاؤس	باقی	باقی آزادگی ہے سودائے خام جو نقش ہے اسکی ہے دیدۂ دام
مارا نبود گر ز دران کو کہ توئی گو آئینہ وجہ تو باشد ہمہ خلق	درد	تو ہر سو و کس نرفتہ آن سو کہ توئی نتوان دیدن ترا ازان رو کہ توئی
جن کوچہ مین تو ہے نہین وہان اپنا گزر سب خلق تری ذات کا کو آئینہ ہے	باقی	ہر سو مین ہے تو وہان نگہ کا کوئی بشر جو منہ ہے ترا دیکھہ نہین سکتی نظر
ہر چند چو شعلہ سرفرازی کردیم ہر سرکشئے کہ بود آخر چون شمع	درد	یک عمر ہمان زبان درازی کردیم دیدیم کہ صرف جان گدازی کردیم
گو شعلہ نما ہے سرفرازی اپنی کیا حاصل سرکشی ہوا آخر کار	باقی	یک عمر رہی زبان درازی اپنی ہے شمع کی طرح جان گدازی اپنی
از ہر بد و نیک چون خوش و شاد شدیم یعنی دل را کہ باعث تفرقہ بود	درد	وارستہ ز خار و گل چو شمشاد شدیم بستیم بہ زلف یار آزادہ شدیم
ہر نیک و بد سے خوش ہوئے شاد ہوئے تھا باعث تفرقہ ہمارا یہ دل	باقی	آزاد گل و خار سے شمشاد ہوئے باندھا اسے زلف سے تب آزاد ہوئے

گاہے سحر است وگاہ شام است اینجا مانند شرر مشو زہستی غافل	درد	از کون و فساد انتظام است اینجا در چشم زدن کار تمام است اینجا
روشن ہے کبھی سحر کبھی ظاہر شام مانند شرر نکر غرور ہستی	باقی	اس کون و فساد کا برا ہے انجام اک چشم زدن میں کام ہوتا ہے تمام
مطرب فانی و بزم و ساقی فانی بردار دل از کثرت بی بود جہان	درد	با ہر کہ شدی آہ ملاقی فانی اللہ بود و باقی و باقی فانی
مطرب فانی ہے بزم و ساقی فانی اس دار فنا میں دل لگی خوب نہیں	باقی	تو جس سے ملا وہ ہے ملاقی فانی اللہ ہے باقی اور باقی فانی
سر رشتۂ نظم ما و من برہم خورد تا جمع شویم چو مژگان خود را	درد	چون گل اوراق این چمن برہم خورد اے درد ہزار انجمن برہم خورد
سر رشتۂ نظم ما و من برہم ہے جبتک کہ کیا مثل پلک آپکو جمع	باقی	گل کی مثل ہر برگ چمن برہم ہے اے باقی ہزار انجمن برہم ہے
ہر لحظہ درین خانہ کہ من می آیم چون شعلہ کجا رسیدنم منظور است	درد	گم کردہ رہ شناختن می آیم پیوستہ برون زخویشتن می آیم

معلوم نہین گھر سے کہان جاتا ہون شعلہ کی طرح کہین پہونچنا ہوگا	باقی	بھولا ہوا راستہ ہون تو گھبراتا ہون یون آپ سے باہر جو نکل آتا ہون
اے درد اگر صفائی جانے داری دانم بمحیط خویش واصل گردی	درد	آئینۂ حسن بے نشانے داری چون سیل تو ہم طبع روانے داری
اے باقی اگر صفائی جان رکھتا ہے دریا مین تو جا پہونچیگا سیلاب کی مثل	باقی	آئینۂ حسن بے نشان رکھتا ہے تو بھی تو خود اک طبع روان رکھتا ہے
شخص انسان کہ شان اعظم دارد لیکن نتوان یافت بہ بحر کونین	درد	دارد بخود آنچہ ہر دو عالم دارد آن گوہر نایاب کہ آدم دارد
شخص انسان خلق اعظم مین ہے بحر کونین مین ہے ملتا ہے کہان	باقی	اس مین جو ہے وہ دونون عالم مین ہے وہ گوہر نایاب جو آدم مین ہے
در عجز نیاز کبریائیم ہمہ ما درویشان بیان اکسیر درد	درد	در کسوت فقر با غنائیم ہمہ خاکیم اگرچہ کیمیائیم ہمہ
ہین مظہر شان کبریا ہم درویش اکسیر کے مانند سمجھ اے باقی	باقی	ہین فقر مین رشک اغنیا ہم درویش گو خاک ہین پر ہین کیمیا ہم درویش

خواہی کہ ہمہ راز الٰہی فہمی اے بے خبر از خویش چہ امکاں داری	درد	چیزے کہ برون ز فہم خواہی فہمی اسرار الٰہی تو کماہی فہمی
خواہاں ہے کہ اسرار الٰہی سمجھے اپنے ہی کو سمجھا نہیں کیا امکان ہے	باقی	آوے نہ سمجھ میں خواہ نخواہی سمجھے اسرار الٰہی کو کماہی سمجھے
ہر چند ہمہ بہ آبِ رنگ آمدہ ایم تا کے بہ گرفتگی خاطر سازیم	درد	از شیشۂ دل بزیر سنگ آمدہ ایم چون غنچہ ز وضع خویش تنگ آمدہ ایم
گو باغ جہان میں شوخ رنگ آیا ہون کب تک بہ گرفتگی برنگ غنچہ	باقی	شیشہ کی طرح سے زیر سنگ آیا ہون آپ اپنی ہی وضع سے میں تنگ آیا ہون
ہر چند کہ بر لب است حرفِ خندان چون گل ہمہ مشق سینہ چاکیہا بود	درد	دل گہ نکشید لیک طرف خندان عمرے کہ شنودہ ایم حرفِ خندان
گو لب پہ رہا ہمیشہ حرفِ خندان تھی مشق وہ گل کی سینہ چاکی کی مشق	باقی	دل کو نہوا میل بہ طرف خندان جو عمر کہ ہنسنے کی ہے حرفِ خندان
اطلاق و تقیید از چہ ممتاز جلی است فہمیدہ بہ عمرو زید بنگر کاینجا	درد	در مرتبہ جمع ہمہ یک معنی است جزئی است تخیل و تعقل کلی است

اطلاق و تقیید نہین دو اون مخفی تو زید و عمر سے سمجھہ اور دیکھہ یہان	باقی	ہین مرتبہ جمع مین اک ہی معنے جزئی سے ہے تخیل اور تعقل کلی
وحدت نظارہ باز یکتائی اوست تنزیہ تجرد و تقیید تشبیہ	درد	کثرت آئینہ دار پیدائی اوست سلب و ایجاب صفت رعنائی اوست
وحدت نظارہ باز یکتائی ہے تنزیہ تجرد اور تقیید تشبیہ	باقی	کثرت آئینہ دار پیدائی ہے سلب و ایجاب صفت رعنائی ہے
آنانکہ بہ تحصیل نظر داشتہ اند ہشدار کہ برگ و بار گل خواہد کرد	درد	خرمن خرمن ز علم انباشتہ اند زین تخم کہ در مدرکہ ات کاشتہ اند
تحصیل و فضل ہے جنہین مد نظر پہولینگے پہلینگے اور اڑینگے بہار	باقی	سینہ مین بہرا ہے انکی علم اور ہنر وہ تخم جو بوئے ہین یہی انکا ثمر
یک عمر قدم براہ افسانہ زدیم المنة للہ کہ آخر اے درد	درد	یک چند در کعبہ و بتخانہ زدیم در میکدہ آمدیم و پیمانہ زدیم
یک عمر حکایتین تہین اور افسانہ المنة للہ کہ آخر باقی	باقی	یک چند حرم تہا ہم سے یا بتخانہ ساقی ہی ہم ہین مے ہی اور پیمانہ

ہرچند نشد دل ز حقیقت آگاہ یارب بتو ز خود نشانی بدہی	درد	پای طلبش ہست ہمان بر سر راہ تا ہستیم و ہمین نام تو اللہ اللہ
ہرگز نہ حقیقت سی ہوا دل آگاہ تو اپنی نشانی ہی کرے یا نہ کرے	باقی	اوس کے ہین وہی پای طلب بر سر راہ ہم ہین یہ ترا نام ہے اللہ اللہ
کیفیت چشم تو بخاطر جا کرد بر دل چو نظر فتاد از خود رفتم	درد	مستغنیم از کشمکش صہبا کرد این شیشہ نگر نشئہ می پیدا کرد
کیفیت چشم کی جو دل مین جا ہی دل پر جو نگاہ کی تو سرمست ہوا	باقی	ساقی کس کو شراب کی پروا ہے اس شیشہ مین خود نشئہ می پیدا ہے
از حرص گر آستین فشاند دل ما ای درد ہزار سلطنت مفت بود	درد	چون نشہ چہ عجب کہ حکم راند دل ما جمعیت اگر بہم رساند دل ما
گر ترک کرے حرص ہمارا یہ دل باقی کو ہزار سلطنت مفت ملے	باقی	ہو نشہ کی طرح سے حکمرانی حاصل جمعیت دل اوس کو اگر ہو کامل
بر دوش ہوا بستہ نفس محمل ما حل ہیچ حباب گرچہ کردیم ولے	درد	حیف است کہ پیچیدہ ہوسے در دل ما جز ہیچ نداشت در گرہ مشکل ما

جو کہتا ہے نفس ہوا یہ اپنا محمل مانند حباب حل ہوئی کشتی گرچہ لیکن	باقی	ہے حیف کرے ہوس گر اپنا یہ دل غنچہ ہیچ نہ تھی گرہ میں کوئی مشکل
اے درد چہ گویم از چہ گویم با تو او باطن محض گشتہ از فرط ظہور	درد	خود بیخبرم خبر چہ گویم با تو ظاہر تر ازین و گرچہ گویم با تو
اے باقی بیخبر کہوں کیا تجھ سے ہے فرط ظہور سے حق باطن محض	باقی	ہے بیخبری اثر کہوں کیا تجھ سے ظاہر تر و گر کہوں کیا تجھ سے
آن جلوہ کہ از طاق شعورم افگند تا پردہ را ز قربیت نہ درد	درد	بر خرمن ہوش برق طورم افگند نزدیک شد آن قدر کہ دورم افگند
وہ جلوہ جو چشم دید کا نور ہوا پردہ اُٹھا جو قربیت کا بس	باقی	غفلت سوزی کو شعلہ طور ہوا نزدیک ہوا ایسا کہ میں دور ہوا
درد آن کہ از گرمی صد محفل بود او بر سر نقش سبحان آگاہ	درد	روزے دو سہ زین پیش درین منزل بود کاین مشت غبار زمانے دل بود
وہ باقی فانی جو بڑا کامل تھا اب خاک پہ اُس کی جاکے بچشم دیکھو	باقی	وہ روز کے آگے رونق محفل تھا ہے مشت غبار اب کبھی یہ دل تھا

گر بودہ ام و گر نبودم رفتم در آئینہ وہم چو تمثال اے درد	درد	بال و پر جلوہ کشودم رفتم روئے کہ نداشتم نمودم رفتم
ہیں تھا کہ نہ تھا ظہور پایا کہ چلا یاں آئینہ وہم میں تمثال مثال	باقی	پر کھول کے کچھ مزہ اڑایا کہ چلا صورت جو نہ تھی اسے دکھایا کہ چلا
ہر چند شکست زمانہ کار خود را از پائے فتادہ ایم چون سایہ ولے	درد	از دست مدہ تو اعتبار خود را ہرکس نہ فگندہ ایم بار خود را
ہرچند کہ ہیں تباہ اہل جہاں کار اپنا سایہ کی طرح گرے ہوئے ہیں لیکن	باقی	کھوتا نہیں اعتبار اے یار اپنا ڈالا نہ کسی پہ ہم نے یہ بار اپنا
با اہل دل تندی خو پیدا کن تا کے ز ہوا زنی بہ غیرت آتش	درد	در گلشن سکینت نمو پیدا کن در خاک نشین و آبرو پیدا کن
ساتھ اہل دل کے تندی خو پیدا کر کب تک تو جلائیگا ہوا سے غیرت	باقی	گلشن میں سکوت کی نمو پیدا کر ہو خاک نشین تو آبرو پیدا کر
گر مست شبابیم و خراب شیبیم ستار عیوب نیست جز پردۂ غیب	درد	در محو ہنر تمام صرف عیبیم مشتاق لقائے پردہ پوش غیبیم

گر مست شباب ہیں کہ ہیں خستہ شیب مشتاق ہم اسکے ہیں لقا کے باقی	باقی	ہیں محو ہنر یا کہ ہیں مصروف عیب مشتاق ہیں سب ہی جو در پردہ غیب
شب زندہ نداشتی و مُردن نزدیک دل غافل و مرگ پر تقریب است آہ درد	درد	مانند سحر نفس شمردن نزدیک گل خندہ و ہنگام فسردن نزدیک
بیمار ہوں مجھ پہ رات بھاری ہے قریب نزدیک ہے موت عقل سے باقی دور	باقی	مانند سحر نفس شماری ہے قریب گل کھلتے ہیں مرجھانے کی باری ہے قریب
پر جرم گر اعتراف خواہی کردن یارب تو کریم و من گنہگار توام	درد	دل را ہی ورد صاف خواہی کردن دانم آخر معاف خواہی کردن
مجرم ہوں اعتراف کرتا ہوں صاف یارب تو کریم ہے گنہگار ہوں میں	باقی	کیا سند ہے جو چاہو نہیں کچھ اپنا انصاف تقصیر معاف ہوگی تقصیر معاف
اندیشہ اگرچہ پیش و پس میگردد نے ہیچ کسے شریک ہستی باشد	درد	در خویش ولی بہ نفس میگردد ہستی نہ شریک ہیچکس میگردد
گردش سے پیش و پس کی ہے یہ بستی ہستی نہ کسی اپنے کرتی ہے شریک	باقی	رونے پہ ہے اس خلق کی خلقت ہستی ہوتا ہے نہ کوئی یاں شریک ہستی

اے دردؔ اگر محرم راز قدمے اے ہیچ ترا باین خیالات چکار	درد	با شادی و غم چرا عبث متہمے جائے کہ وجود است تو آنجا عدمے
باقیؔ کیا جانتا ہے اسرار قدم اے ہیچ تجھے کیا ہے تخیل سے کام	باقی	ہوتا ہے عبث متہم شادی و غم جس جا کہ وجود ہے وہاں تو ہی عدم
اے جلوہ بدیدہ یار خواہد گردید ما آئینہ ایم خود پرستت نگار	درد	رازش ہمہ آشکار خواہد گردید ناچار بساد و چار خواہد گردید
اک دن دیدار یار ہو جائیگا ہیں آئینہ ہوں نگار ہی حسن پرست	باقی	راز اُس کا خود آشکار ہو جائیگا ناچار کبھی دو چار ہو جائیگا
ناچار اے دردؔ در جہاں باید زیست مردن بمراد خود میسر گر نیست	درد	ہر چند کہ شد زیست گران باید زیست چندے بمراد دیگران باید زیست
باقیؔ دنیا میں رائیگان جینا ہے ہم اپنی مراد سے نہیں مر سکتے	باقی	ہر چند ہے زندگی گران جینا ہی اوروں کی مراد سے یہاں جینا ہی
ہر چند کہ صد جلوہ نمودست وجود معلوم نہ گشت انکشافی کہ مراست	درد	وا کردن چشم غیر حیرت نہ نمود بکشود کہ و بر کہ کشاد و چہ کشود

سو جلوے وجود نے دکھائے ہیں یہاں مجھکو جو ہے انکشاف معلوم نہیں		حیرت کے سوا دیکھنے سے کیا ہو پیدا کس نے کھولا کیا کھلا ہے ہوں حیران
جاہل طبعیم گرچہ باعرفانیم حرف از ما دگر نباید پرسید	درد	طفلیم ہنوز گو مطول خوانیم ما می دانیم انچہ مید انیم
جاہل ہیں معرفت کو پہچانتے ہیں ہم سے زنہار دوسری بات نہ پوچھ	باقی	ہیں طفل مگر پیر ہمیں مانتے ہیں ہم جانتے ہیں جو کچھ کہ ہم جانتے ہیں
اے درد ازیں بزم اگر باخبری برخویش چو شمع چشم بکشا کاینجا	درد	بیہودہ چرا ہر طرف می نگری ہر چند ستادہ ولے میگذری
باقی اگر اس بزم سے تو ہے آگاہ تو آپ کو مثل شمع کے دیکھ یہاں	باقی	کیوں بیہودہ ہر طرف کو کرتا ہے نگاہ ہر چند کھڑا ہوا ہے چلتا ہے تو راہ
تمیز کہ غیر نقش تشویش نہ بست گفتم وحدت چسان بکثرت گنجد	درد	ہر لحظہ بہ نیرنگی رنگی پیوست دل آمد و پیش رو بہم آئینہ شکست
اوہام نے ہوش کا جو رخ موڑ دیا پوچھا یہ کہ وحدت ہوئی کثرت کیسی	باقی	نیرنگ کو لا کے رنگ سے جوڑ دیا دل نے پیش آ کے آئینہ توڑ دیا

ہر چند کہ اسفلیم لیک اعلائیم جز نام دگر ز ما نیاید طلبید	درد	سنگیم ولے کعبہ پر بنائیم مانند نگین جلوہ گہ اسمائیم
ہر چند کہ ادنیٰ ہین مگر اعلیٰ ہین ہم سے جز نام دوسری بات نہ پوچھہ	باقی	پتھر ہین مگر کعبہ مین پا برجا ہین مانند نگین جلوہ گر اسما ہین
با عشق شدہ بر عروج ما پستی ما آگاہ ز آگاہی خود ساختہ است	درد	ہشیاری ما فزود از مستی ما عارض شدہ غفلتے کہ بر ہستی ما
با عشق ہے مرے عروج کا یہ پستی ہستی پہ جو عارض ہوئی غفلت اوسنے	باقی	ہشیاری نے کی زیادہ میری مستی آگاہ کیا سمجہا ہین اپنی ہستی
چو آئینہ باید کہ مصفا باشی اے درد اگر قریب خدا میخواہی	درد	تا مظہر نور حق تعالےٰ باشی دور از خود و نزدیک بہ دلہا باشی
آئینہ صفت دلکو تو کر لے پر نور اے باقی اگر حق سے ہی قربت منظور	باقی	تا تجھہ مین ہو انوار الٰہی کا ظہور نزدیک دلون سے رہ اور اپنے سے دور
چون دود نہ پیچد از چہ سودا بدماغ رفتند بخواب اہل بزم و مارا	درد	کردست جگر غم احبا ہمہ داغ بازست ہنوز چشم مانند چراغ

مانند وہ ہوں کے ہے جو سودا بدماغ سب سو گئے اہل بزم لیکن باقی	باقی	احباب کے غم سے ہے جگر میرا داغ اب تک ہے کھلی اکیلی آنکھ مری شمع چراغ
گرم سفرم ز منزلے میگویم این قافلہ مست می بے دردی من	درد	افسانۂ شوق محملے میگویم بانگ جرسم درد دلے میگویم
ہوں گرم سفر کرتا ہوں ذکر منزل یہ قافلہ ہے مست مئی بے دردی	باقی	پڑہتا ہوں میں افسانۂ شوق محمل میں بانگ جرس ہوں کہتا ہوں درد دل
آن ذات غیور یار باخویشتن است گنجایش غیر در حریمش نہ بود	درد	وان آئینہ رو دو چار باخویشتن است او را ہمہ کار و بار باخویشتن است
وہ ذات غیور یار اپنا ہی ہے گنجایش غیر اسکی دم میں مشکل	باقی	آئینہ میں دو چار وہ اپنا ہی ہے سب کرتا وہ کار و بار اپنا ہی ہے
تا کے بہ غم منضج و مسہل خوردن ای درد اجل چو ہیچ کس را نگذاشت	درد	خود را ز تنزد و این ہمہ فسردن بر زیستن این قدر نباید مردن
کب تک اس سوت سے ہے ڈرنا باقی چھوڑا نہ اجل نے جب کسیکو تو پہر	باقی	منضج مسہل کی فکر کرنا باقی اس جینے پہ اسقدر نہ مرنا باقی

نے آن کہ دعا ہیچ ندارد اثرے مشروط بشرط این و آن نیست کہ ہست	درد	موقوف نہ زندگی بہر برگ و برے نبض و مرض و شفا بدست دگرے
کیا کہئے اثر نہیں دعا میں کیا بات مشروط بہ شرط این و ان یہ کب ہے	باقی	کچھ اغذیہ پر نہیں ہے موقوف حیات ہے نبض و مرض شفا کسی اور کے ہاتھ
فریاد کہ حسن بے حجاب اورا صد جلوہ نمود یار ما بے خبران	درد	در پردہ نہفت پردہ کوری ما افسوس نداشتیم چشم بینا
فریاد کہ بے حجاب تھا حسن اوسکا ہم بے خبر اوس نے سو دکھائے جلوے	باقی	پردے میں ہماری کوری سے چھپا افسوس نہیں رکھتے تھے چشم بینا
در قسمت من نیست چو محرومی بس آبم ننشاند چون گہر گردی را	درد	آثار وجود چون توان کرد ہوس چون لعل ز آتشم نمی سوزد خس
قسمت میں ہمارے ہے یہ محرومی بس موتی کیطرح پانی نے بجھلائی نہ گرد	باقی	آثار وجود کی کرین خاک ہوس اور آگ نے مثل لعل پہونکی نہیں خس
اے درد دلے کہ راز حق را فہمید عارف دانست آنچہ عارف دانست	درد	ہر بحث ہمان حجت ملا فہمید ملا فہمید آنچہ ملا فہمید

باقی جس دل نے راز حق کا سمجھا عارف جو جانا اسکو عارف جانا	باقی	ہر بحث کو ہیں وہ بحث مولے سمجھا ملا جو سمجھا اسکو ملا سمجھا
گاہے خلش غرور باشد مارا ما ہیچ نئیم درد و ہم ہستی	درد	گر ناخن عجز نیشتر است مارا ہر لحظہ صورتے تراشد مارا
گاہے خلش غرور رہتی ہے فاش ہیں کچھ نہیں باقی ہوں مگر ہیں او ہم	باقی	گر ناخن عجز تجھکو دیتا ہے خراش ہر لحظہ نئی شکل کی کرتا ہے تراش
یارب چہ زبان کارم و گویم کہ بخش دارم چو محمدی شفیع محشر	درد	بارے ز گنہ دارم و گویم کہ بہ بخش صد تو دہ گنہ آرم و گویم کہ بہ بخش
کتنا ہیں زبان کار ہوں اور ہے سیاہ رکھتا ہوں محمد سا شفیع محشر	باقی	ہے بار گنہ بخش تو ہے اللہ تو بخش ہیں لایا ہوں یہ سو تو دی گناہ
ہر چند کہ من دلے فضولی دارم با این ہمہ اے رحمت بی علت حق	درد	فہمیدہ کج و طبع جہولی دارم از در گہت امید قبولی دارم
افعال مرے ہیں گرچہ بیہودہ فضول ای رحمت بے علت حق سا نہ اسکے	باقی	ترچھی سمجھ مری اور طبع جہول درگاہ سے تری رکھتا ہوں امید قبول

این شعبده ها که او نمایند همه ترک همه اختیار باید کردن	درد	زشتند و لے نکو نمایند همه زان پیش که ترک تو نمایند همه
یہ شعبدے جو شکل دکھاتے ہیں سب ان سب کو تو چھوڑ دے یہاں آتے باقی	باقی	گو زشت ہیں اچھے نظر آتے ہیں سب چھوڑینگے تجھے ساتھ کب آتے ہیں سب
انسان کہ حباب او حباب عالیست در بزم خیال او کہ رشک خلد است	درد	اے درد عجب گہ فارغ بالیست چو آئینہ جائے ہر کہ آید خالیست
انسان کی حباب ہی حباب والا بزم دل میں جو اس کے آجاتا ہے	باقی	اس کی درگاہ میں فراغت ہی سدا آئینہ کی طرح اسکی خالی ہے جا
چشم گرد و بدن فانوس خود است در بزم ظهور بے سبب ماندہ ام	درد	گوشم همه بر صدائے ناقوس خود است چون شمع مرا سر قدمبوس خود است
ہیں نور فزا اپنے ہی فانوس کا ہوں اس بزم ظهور میں ہوں مانند شمع	باقی	عاشق اپنے صدائے ناقوس کا ہوں مشتاق ہیں اپنے ہی قدمبوس کا ہوں
گاہے طرف شادی بیهوده شدیم گلگشت گلستان تجمل کردیم	درد	گہ با غم بیفائدہ آلودہ شدیم از گردش رنگ خویش فرسودہ شدیم

رہتے ہیں کبھی خوشی سے آسودہ ہم گلگشت گلشن تخیل کرکے	باقی	ہوتے ہیں کبھی غم سے غم آلودہ ہم اس گردش رنگ سے ہیں فرسودہ ہم
گہ در طلب کمال علم و ہنریم داریم ہجوم بر لب بحر خیال	درد	گاہے ز رہ بیہودگی در بدریم ہستی چو پل بستہ از تو ما می گذریم
ہم علم و ہنر کے کہ طلبگار ہوئے دریا کے خیال پر کیا ہے ہجوم	باقی	گاہے بیہودہ در بدر خوار ہوئے ہستی پل باندھا تجھ سے ہم پار ہوئے
ہستی کہ وبال گردن آمد چون چین اے بینش و بیں تو ہیچ چشمے بکشا	درد	ہنگامہ وہم ہست کو غیر و چہ عین گر واقفی از وجود بین العدمین
ہستی کہ وبال جان ہے مانند دین کچھ بھی نہیں بینش و بیں کی آنکھیں تو کھول	باقی	ہے وہم کا ہنگامہ نہ ہے غیر نہ عین گر جانتا ہے وجود بین العدمین
ہر صبح چو صبح سینہ شق باید کرد بر ہستی بے ثبات مثل شبنم	درد	ہر شام جگر خون چو شفق باید کرد سر تا قدم از شرم عرق باید کرد
ہر صبح کو کر صبح صفت سینہ کو شق اس ہستی بے ثبات پر شبنم وار	باقی	ہر شام جگر کو خون کر مثل شفق باقی ہمہ تن شرم سے ہوجا تو عرق

فرمود چنین حضرت حی قیوم ہشدار کہ در عالم کثرت ہر گز	درد	در گوش دلم کہ اے طلسم موہوم تا من ہستم تو ہم نگردی معدوم
فرماتا ہے گوش دل مین حی قیوم رکھیو ہوش کہ اس عالم کثرت مین تو	باقی	سن لے تو یہ اسرار طلسم موہوم جبتک کہ مین ہون تو ہوگا ہرگز معدوم
ما صاف دلان نہ اہل دعوے داریم جز جلوہ او زمانہ باید طلبید	درد	نے بحث بہ کس نہ گفتگوئی داریم ما آئینہ ایم عکس روئے داریم
ہم صاف دلونکو لطف کیا ہوس کا جز جلوہ یار ہم سے کچھ بات نہ پوچھ	باقی	اور ہم کو کہان دماغ گفتگو کا ہم آئینہ ہین ہم ہین عکس اوس رو کا
یک عمر ز دوری می شنیدم اورا اکنون کہ چون آئینہ رسیدم پیشش	درد	در بر بخیال می کشیدم اورا خود را او دید من نہ دیدم اورا
اک عمر مین دور سے سنا تہا اوس کو اب روبرو ہو گیا جو آئینہ کی طرح	باقی	آغوش خیال مین لیا تہا اسکو وہ دیکھ لیا مین نے نہ دیکھا اسکو
بر خلق در واہمہ باز است اینجا ہر چند کہ تار زندگی کوتاہ است	درد	ہنگامہ غفلت است و ساز است اینجا شہر طول امل دراز است اینجا

دنیا میں ہے غفلت پہ در وا ہمہ باز ہرچند کہ تار زندگی ہے کوتاہ	باقی	ہنگامہ ہے غفلت کا یہاں صبح آز لیکن طول امل کی ہے عمر دراز
اے آنکہ ہمیشہ در خیال اُو ئی از خود طلب آن ہمہ کمال او را	درد	با طالب دولت وصال او ئی چون آئینہ مظہر جمال او ئی
ہرچند کہ تجھے دلمیں خیال اوسکا ہے پیدا کرلے کمال پر آئینہ سا	باقی	ہر شام و سحر شوق وصال اوسکا ہے یہ دل تیرا مظہر جمال اوسکا ہے
خمار خمار گہ ز صہبا بشکست این ہا ہمہ بندہ ہوائے نفسند	درد	در محتسب از غرور مینا بشکست من بندہ آن کسم کہ خود را بشکست
خمار نے گر خمار اپنا توڑا یہ بندے ہیں سب اپنے نفس کے باقی	باقی	نخوت سے جو محتسب نے مینا توڑا ہیں بندہ ہم اوسکا جسنے نفس اپنا توڑا
نے جام و نہ مینا و نہ ساقی نے گل ہنگامہ ہستی است چہ حسن و چہ عشق	درد	نے مطرب و نے نغمہ نہ چنگ و نہ دہل نے شمع نہ پروانہ نہ گل نے بلبل
مینا ہے نہ جام ہے نہ ساقی ہے نہ گل ہنگامہ ہستی ہے یہ حسن اور یہ عشق	باقی	مطرب ہے نہ نغمہ ہے نہ ہی چنگ و دہل نے شمع نہ پروانہ نہ گل نے بلبل

عمرے کہ شمردہ ایم سال و ماہش سرگرم سراغ کیست یارب دوران	درد	مانند فلک قرار نبود گاہش یک خلق چو سایہ میرود ہمراہش
اس عمر کے بیچ جو گنے سال و ماہ دوران ہے الٰہی کس کا سرگرم سراغ	باقی	مانند فلک قرار اوس کا نہین گاہ اک خلق ہے مثل سایہ اوسکے ہمراہ
میناست اگر سیر نیاز ست اینجا این محفل درد جائے بدمستی نیست	درد	جام است دگر دیدہ بازست اینجا ہشدار کہ بزم امتیاز است اینجا
مینا ہے اگر سیر نیاز اس جا ہے بدست نہونا کبھی باقی رکھہ ہوش	باقی	اور جام ہے گر دیدہ باز اس جا ہے یہ محفل خاص امتیاز اسجا ہے
طفلی بگذشت و شد جوانی حاصل ہر چند جو تار سبحہ برجائے خودی	درد	پیری ہم رسد نباشی غافل چون دانہ کند قطع رہ اینجا منزل
طفلی گذری ہوئی جوانی حاصل گو جا پہ ہے اپنی مثل تار تسبیح	باقی	آتا ہے بڑہاپا نہو اوس سے غافل دانیکی طرح ہے قطع رہ مین منزل
گر درد ترا غفلت دل کردہ خراب اے بیخبر این ہمہ غنودن تا کے	درد	گر آگہہ فگندہ اندر تب و تاب بیدار تمام باش یا خوب بخواب

باقی غفلت مین دل نے ہی رکھا تجھے خواب اے بیخبر اونگھتا ہے ایسا کب تک	باقی	اس عالم نے بیچ و تاب مین ڈالا خوب یا جاگ تمام رات یا سو جا خوب
تا کے بغرور بادشاہی بودن امروز بہر چہ میتوانی می ناز	درد	ہنگام کہ جہان پناہی بودن فردا تو بیاد کس نخواہی بودن
کب تک یہ غرور بادشاہی کا ہے بس آج تو ناز کرلے جتنا چاہے	باقی	اور فخر جہانداری کہاں تک کیا ہے کل یاد مین تو کسی کے کب رہنا ہے
شاہا چو گدا با دل غمناک نشین زان پیش کہ با خاک برابر گردی	درد	بیباک چنین نہ زیر افلاک نشین از تخت فرود آ و بر خاک نشین
اے شاہ گدا کی طرز پر خاک پہ بیٹھ تو خاک مین ملجائیگے پہلے پہلے	باقی	اس پادشہی سے درگذر خاک پہ بیٹھ تخت شاہی سے بس اتر خاک پہ بیٹھ
بیرنگی تشبیہ ضرورت افتاد آن دل کہ چو آئینہ صفا آئین بود	درد	در عالم تنزیہ کدورت افتاد اکنون بہ گرفتاری صورت افتاد
بیرنگی تشبیہ کی ضرورت آئی وہ دل جو صفا مین مثل آئینہ تہا	باقی	تنزیہ کے عالم مین کدورت آئی اب اوسکو گرفتاری صورت آئی

موجود چو در عالم اظہار شدیم اے درد ز نیرنگی خود فہمیدیم	درد	اگر ز ہمہ نہفتہ اسرار شدیم دقتیکہ بصد رنگ نمودار شدیم
موجود جہان مین ہوئے اظہار ہوئے اپنی نیرنگی سمجھے اب ہم باقی	باقی	نظرون سے چھپے سب کے تو اسرار ہوئے سو رنگ سے جبوقت نمودار ہوئے
از محفل ہستی بست برون آسودن ہر چند ہمہ بعیش و عشرت گذرد	درد	شادی و طرب ہست بہ غم افزودن کم نیست مصیبت اینکہ باید بودن
اس محفل ہستی مین فراغت کیا ہے ہر چند گذرتی ہے خوشی سے لیکن	باقی	شادی و طرب ہمیشہ رنج افزا ہی کیا کم ہے مصیبت کہ یہان رہنا ہی
گر زندہ ام آلودہ بہ افکار تنم یارب تو بگو بذات پاکت سوگند	درد	ور مردہ ہمان بہشت و دوزخ وطنم گزدیش چگونہ پا ز ہستی فکنم
تا زیست تو ہین فکر تن آسائی مین ہون یارب تو کہہ تجھے ہی تیری سوگند	باقی	مر جاؤن تو دوزخ اور جنت مین ہون کیونکر کنذہے سی پا ز ہستی پہینکون
کردیم گنہ و مورد قہر شدیم ہر چند زمانہ کرد عصیان ہمہ محو	درد	افسوس کہ تلخ کام ازین زہر شدیم شرمندہ ز روئے نسبت دہر شدیم

ڈرتے ہیں کہاں گناہ کے قہر سے ہم ہر چند زمانہ محو کرتا ہے گناہ	باقی	ہوتے ہیں تلخ کام اس زہر سے ہم شرمندہ مگر رہتے ہیں اس قہر سے ہم
عالی و دنی بر تو نظر دوخته است از فیض تو آب و رنگ بر روی زمین	درد	وز حسن تو ناز هر کس آموخته است وز نور تو بزم انجم افروخته است
اعلیٰ و ادنیٰ کا ایک تو ہے مامن آب و رنگ رخ زمین ہی تجھ سے	باقی	اور حسن سے تیری ہے یہ سب ناز زمن ہے نور سے تیرے بزم انجم روشن
اے درد ہر آنچه در وجود است اینجا گردون پشتی که خم شد از بهر رکوع	درد	نسبت حکم او نمود است اینجا خورشید سری که در سجود است اینجا
باقی ہیں جو اس جہان آثار وجود یہ چرخ ہے ایک پشت خم بہر رکوع	باقی	نسبت حکم سے ہوئی اونکی نمود خورشید ہے ایک سر جو کرتا ہی سجود
علمی که همه صرف جزو و کل کردیم اکنون ناچار بهر صید وحشی	درد	جز جهل نبود چون تامل کردیم نا دیده و دانسته تغافل کردیم
معلوم ہوا علم جزو و کل ہم کو ناچار اب ایسے صید وحشی کے لیے	باقی	سب جہل تھا جب ہوا تامل ہم کو ہے دیدہ و دانستہ تغافل ہم کو

اے باعث پیدائی ہر نفس الامر شد حکم تو چون تتمہ نفوس عالم	درد	ہر مسی زمین گم شدہ گر نفس الامر جز امر تو نیست ہیچ در نفس الامر
تجھ سے ہی ہے ظہور ہر نفس الامر تتمہ کی طرح نقوش عالم ہے حکم	باقی	مجھ گم شدہ سے پوچھیے اگر نفس الامر جز امر کے تری نہیں در نفس الامر
دردے آنکہ بمیدان بلا تاختہ است در عشق تو چون بسمل و پروانہ و گوی	درد	از خویش بریدہ با تو پرداختہ است جان دادہ و دل سوختہ سر باختہ است
باقی رہِ عشق میں قدم مارا ہے بس گیند اور پروانہ و بسمل کی طرح	باقی	تجھ سے جو جدا رہے کہاں مارا ہے جان دادہ ہے دل جلا ہی سر ہارا ہی
خلقے در جستجوئے مال و جاہے ہر کس بخیال آرزوئے دارد	درد	جمعے بتلاش دلبرے دلخواہے ما ہیم و تمنائے دلِ آگاہے
مال و دولت کی حرص دنیا کو ہے ہر دل کو رہا کرتا ہے اک چیز کا شوق	باقی	ہر کس کو تلاش دلبر دلجو ہے ہم کو دل آگاہ کی جستجو ہے
تا پردہ کشائی عالم کیف کمیم از ہستی ما فنا پذیرد صورت	درد	پیدا کن جلوہ حدوث و قدمیم مانند سراب نقش بند عدمیم

کھولا ہے ہم ہی نے پردۂ کیف و کم ہستی سے ہماری ہو گئی فانی صورت	باقی	ہے جلوہ نما ہم سے حدوث اور قدم ہے مثل سراب ہم سے ہی تصویر عدم
ہر لحظہ بطبعم ہوسے میگردد یارب تو مرا بخویش گردیدہ کنی	درد	در دامن دل خار و خسے میگردد ترسم کہ بمن خلق بسے میگردد
ہے دل میں ہوا نجات دنیا کی چاہ یارب تو مجھے راستہ اپنا بتلا	باقی	دامن میں بھری ہیں میرے گرد گناہ ڈرتا ہوں کہیں ہو نہ خلقت گمراہ
در گلشن دہر بسکہ غفلت کارے از روئے خدا نبایدت شرم آورد	درد	تخم گنہی ہر طرف می کاری باشد کہ ز روئے خلق شرمی داری
تخم غفلت جہان کے گلشن میں نہ بو اللہ سے گر شرم نہ کی اے باقی	باقی	اور کشت گناہ کا مزارع ہی نہ ہو مخلوق ہی کے سامنے با شرم رہو
اے فطرت اسکافی خجالت تاثیر گر بندۂ حق شوی و گر بندۂ نفس	درد	شرمت باواز طبع ذلت تقریر در ہر صورت ز بندگی نیست گزیر
یہ فطرت اسکافی ہے خجالت تاثیر یا بندۂ حق ہو یا کہ ہو بندۂ نفس	باقی	گر شرم تری طبع ہو ذلت تقریر ہر حال میں بندگی سے ہو گا نہ گریز

دیدیم چو کشت زار آب و گل خود جیبے بہ درو نگین تماشائی بہار	درد	جزا د نگرفتیم ز خود و حاصل خود اے دانہ توئی عقدہ صد مشکل خود
ہم دیکھے ہین کھیت اپنی آب و گل کا دل کا پردہ اُٹھا کے بس دیکھہ بہار	باقی	اپنے ہی مین ہی بیج اس حاصل کا اے دانہ تو ہی عقدہ ہی مشکل کا
ظاہر ز تو گرد عقل و معقولیت افراد وجود موجد و موجود اند	درد	در پردہ نہفتہ از تو مجہولیت مرآت تو علیت و معلولیت
ظاہر ہے تجھی سے عقل معقولیت موجد موجود کا وجود اک تیرا	باقی	اور پردہ مین ہی تجھی سے مجہولیت آئینہ ہے علیت و معلولیت
برخیزد اگر ز دل قیود باطل یعنی کہ وجود حق بر روئے اظہار	درد	محو از نظرت شود شہود باطل برقع افگندہ از نمود باطل
اُٹھہ جائے اگر دل سے قیود باطل اظہار کے رخ پہ اس وجود حق نے	باقی	اور محو نظر سے ہو شہود باطل برقعہ ڈالا ہے بس نمود باطل
گر نالۂ دل مرا صدائے چنگست از نغمۂ شکر و شکوہ ام نیست گریز	درد	گاہے ولم از ثنا ی نے دل تنگست تا تار نفس ہست ہمین آہنگست

نالان ہے دل مرا کبھی مثل چنگ یا زمزمہ شکوہ ہے یا نغمہ شکر	باقی	رہتا ہی کبھی نوا نے سے دل تنگ جبتک ہی نفس کا تار ہے آہنگ
ربط جو ہر گدا و شاہ ہے وارد یعنی کہ بسان دانہ ہائے تسبیح	درد	گر حال خوشی و گر تباہ ہے وارد ہر دل در خود نہفتہ راہے وارد
تیرے احباب یا گدا ہیں یا شاہ مانند دانہ ہائے تسبیح جدا	باقی	حالت انکی ہے خوب یا کہ تباہ ہر دل میں ہی ایک عقل و تدبیر کی راہ
این کون و مکان جملہ ز آیات حق است اثبات خدا انچہ کنی نفی تو است	درد	مظہرے اظہار ظہورات حق است نفی کہ نمائی بخود اثبات حق است
یہ کون و مکان جملہ ہیں آیات حق اثبات خدا کیا تو ہے تیری نفی	باقی	مظہر ہیں یہ سب بہر ظہورات حق جب نفی ہیں کی اپنی یہی اثبات حق
در بزم جہان کہ وہم نسبت آئین چون آئینہ ہر کہ پیشت آید ای درد	درد	از آمد و رفت خلق فارغ بنشین او را تو با و نما و خود ہیچ مبین
یہ بزم جہان ہے وہم نسبت کی سرا آئینہ صفت جو آگے تیرے آوے	باقی	اس آمد و رفت خلق سے تجھ کو کیا تو کچھ بھی نہ دیکھ اسکا منھ اسکو دکھا

در خارج نیست غیر حق جلوہ گری ہر شخص کہ پیش نظر آید چون عکس	درد	اینجا نہ بود ز ما سوا لیس اثری می بینمش آنا بجہان دگری
خارج نہین غیر حق کبھی دنیا مین جو شخص کہ آتا ہے نظر عکس مثال	باقی	باقی نہین ما سوا کوئی دنیا مین مین دیکھتا ہون اسکو ہی دنیا مین
از شادی و غم ہر چہ در امکان ثمری در باغ ظہور چون گلت آوردند	درد	از واہمہ حضرت انسان شمری خواہی دل ریش خواہ خندان شمری
ہے شادی و غم جو کچھ زمانہ مین عیان اس باغ ظہور مین ہے تو گل کی مثل	باقی	ہے واہمہ حضرت انسان پہچان یا اسکو دل یا ریش سمجھ یا خندان
بے لشکر و فوج پادشاہی کردیم اے درد بدولت فقیری اینجا	درد	بر مسند فقر کبریائی کردیم در کسوت بندگی خدائی کردیم
بے لشکر و فوج پادشاہی ہے ہمین بے شبہ بدولت فقیری باقی	باقی	مفلوکی مین ناز کبریائی ہے ہمین در پردہ بندگی خدائی ہے ہمین
انوار عقول شعلہ شمع اوست از بسکہ وجودست بہر شئ اقرب	درد	ہر آئینہ جسم جان صیقل اوست ہر چیز کہ ہست صادر اول اوست

مشعل سا ہے اوسکے شعلۂ انوار عقول از بسکہ ہر ایک شئے سے وجود اقرب ہے	باقی	ہے آئینۂ جسم اوسی سے مصقول سب صادر اول ہے اوسی سے ای جہول
گر گشتۂ عیشیم و گر غم زدہ ایم زین بیش ندانستیم کاری باخویش	درد	از دولت او ورد باین عربدہ ایم از راہ نمایش بجہو آمدہ ایم
شادی کبھی دل مین غم کبھی چھپایا ہے بھولا تھا راہ آپ مین وہ کب تھا	باقی	باقی نے بدولت اسکے سب پایا ہے اس راہ نمانے آپ مین لایا ہے
عمریست کہ چون زلف پریشان خودیم تا جلوہ یار جلوہ گر شد در ما	درد	چون غنچۂ گل سر بگریبان خودیم آئینہ صفت ہمیشہ حیران خودیم
ہم زلف کی صورت ہین پریشان اپنے جب سے کہ ہوا ہے ہم مین وہ جلوہ فزا	باقی	ہین غنچۂ روشن سر بگریبان اپنے آئینہ صفت ہین آپ حیران اپنے
ہر پست و بلند واقف راز ہم ست این نغمہ ظہور از تقابل دارد	درد	چون زیر و بم ساز ہم آواز ہم ست ہستی و عدم زمزمہ پرداز ہم ست
ہر پست و بلند واقف راز ہین آپ یہ نغمہ ہم ظہور ضدین سے ہے	باقی	اور زیر و بم ساز ہم آواز ہین آپ ہستی و عدم زمزمہ پرداز ہین آپ

اے درد مراز نغمہ ہایم دریاب اے زمزمہ پرواز بسازِ قانون	درد	آہنگ من از صوت و صدایم دریاب تفصیل مقامم از نوایم دریاب
غم کو مرے نغمہ بکا سے سمجھو اے زمزمہ سنج تم ہو گر قانون دان	باقی	آہنگ مرا صوت و صدا سے سمجھو بس میرے مقام کو نوا سے سمجھو
اے آنکہ وجودت ہر جا موجود شد مادہ است علت ایجاد و صدور	درد	واصل ز تو نشناختہ کس را موجود در صورت نیست جز ہیولا موجود
یارب ہے وجود تیرا ہر جا موجود ہے مادہ تیرا علت ایجاد و صدور	باقی	واصل نے کسی کو نہیں سمجھا موجود صورت میں نہیں ہے جز ہیولا موجود
ہر چند کہ صافیم کدورت اثریم یعنی کہ بغفلت کدۂ خلق ای درد	درد	محو سیم ولے ہمان پریشان نظریم چون آئینہ چشم باز و ما بے خبریم
ہر چند کہ صاف ہون کدورت ہے مگر خلقت کدۂ دہر میں آئینہ کی شکل	باقی	ہون محو ولے میری پریشان ہے نظر گو آنکھ کھلی ہے کچھ نہیں ہم کو خبر
گر رنگ طرب بخاطر آمیختہ است جز رشتہ زدہ طلسم ہستی شدہ ایم	درد	گر گرد ملال بر سر ریختہ است کاین بحر چہ موجہا بر انگیختہ است

دل میں کبھی رنگ طرب آمیختہ ہے حیرت زدہ طلسم ہستی میں ہم	باقی	گہ گرد ملال سر بسر بیختہ ہے اس بحر میں کیا موج بر انگیختہ ہے
اے کردہ خراب فکر چون و چندت ہموارہ بہ ہمواری خود کوشش کن	درد	آوردہ ہوا و حرص اندر بندت غیر از تو کسے نیست کہ گوید پندت
کرتے ہیں خراب چون او چند تجھے ہموار اپنے کو آپ کرے باقی	باقی	کس حرص نے کر رکھا ہی پابند تجھے ہے تیرے سوا کون کر دی پند تجھے
از راحت چند روزہ خوشدل نشوی گر غافلی از شہود ہستی خدا	درد	وز خنجر رنج و درد بسمل نشوی اے ننگ عدم زمرگ غافل نشوی
اس راحت عارضی سی خوشدل تو نہو غافل ہے شہود ہستی حق سے اگر	باقی	اور خنجر رنج و غم سے بسمل تو نہو اے ننگ عدم اجل سی غافل تو نہو
باید کہ زفکر زندگانی گزری اے درد زاندیشۂ عالم بہ گزر	درد	وز حرص و ہوائے کامرانی گزری زان پیش کہ زین جہان فانی گزری
باقی افکار زندگانی سے گذر پہلے ہی تو در گذر وہ اندیشہ کو	باقی	اور حرص و ہوائے کامرانی سے گزر کرتا ہے جو اس جہان فانی سی گزر

اے شیخ بخلق از کرامات مگو منظور اگر بیہودہ گوئی باشد	درد	اخبار پریشان بہ مباہات مگو دیگر چہ کم است این خرافات مگو
اے شیخ نکر ہم سے کرامات کی بات منظور اگر بیہودہ گوئی ہے تجھے	باقی	اخبار پریشان و خیالات کی بات باتین ہین بہت نکر خرافات کی بات
اے درد گہے بہ آبیاری وضو اکنون بہ در میکدہ باید رفتن	درد	دل سوی شگفتگی نمی آرد رو تا این عقدہ کشاید مگر از دست سبو
دیکھا کیئے ہم بہی آبیاری وضو اب ہمکو ہی میکدہ مین جانا لازم	باقی	جس سے نہوئی شگفتگی کچہ دل کو شاید کہ یہ عقدہ حل کرے دست سبو
اے کردہ تمام عمر در بحث خراب زین بیش ز اہل ذوق ابرام مکن	درد	یک نکتہ خاموشی ست صد گونہ کتاب دیگر چہ سوالست کہ واہیم جواب
کرتا ہی عبث بحث مین کیون عمر خراب اب اس سے زیادہ نہ تو کر بس تکرار	باقی	اک نکتہ خاموشی مین ہی لاکہہ کتاب پہر کیا ہے سوال دیجیے ہم تو جواب
گہ خال او را گہ خط میگویند این طرفہ کہ انچہ می نمایند بیان	درد	یاران از حسن ہر نقط میگویند ہم راستیست و ہم غلط می گویند

ہم اسکو کبھی خال کبھی خط کہتے ہین طرفہ یہ ہے جو کچھ کہ کرتے ہین بیان	باقی	اوس حسن سے دوست ہر نمط کہتے ہین کچھ سچ کہتے ہین کچھ غلط کہتے ہین
اے کردہ خراب عمر در چون و چرا از ما بجز اقبال نہ بینی گاہے	درد	عارف نشدی اگرچہ گشتی ملا ہر چند کہ ایراد نمائی بر ما
اس چون و چرا مین صرف سب وقت گیا ہم نے بجز اقبال کے امید نہ رکھی	باقی	عارف نہوا پڑھ کے ہوا گو ملا ایراد کیا تنے اور یہی کرتا جا
زین پیش بدل ز دلبران بود خلل از حسن پرستی نگذشتیم آخر	درد	خون کرد جگر و کنون فکر اجل حالا شدہ منظور نظر حسن عمل
پہلے تھا دلبری دلبر کا خلل ہم حسن پرستی کو نہ چھوڑین گے کبھی	باقی	اب خون جگر کو کرتی ہے فکر اجل منظور نظر ہوا ہے اب حسن عمل
در بزم خیال ما کہ رشک چمن ست ما آئینہ وار گلشن سخنیم	درد	اے درد گل حسن دگر خندہ زن ست بے رنگ بہار ما چو رنگ سخن ست
ہے بزم خیال اپنا رشک گلشن تشبیہ کہ باغ کے ہین ہم آئینہ وار	باقی	باقی گل آرزو ہے پھر خندہ زن بے رنگ بہار ہین اپنے رنگ سخن

سیدائیست آن زمان که نا پیدا بود رنگِ اظہار متبدل ساختہ است	درد	قدرِ تو بلند و منزلت اعلیٰ بود طاؤس بہ بیضہ ہم سرِ عنقا بود
جب باغ جہان مین تو نہین آیا تھا رنگ اظہار متبدل ہے ورنہ	باقی	تھے قدر بلند مرتبہ اعلیٰ تھا طاؤس انڈے مین ہمسرِ عنقا تھا
وحدت شدہ سامان بہار چمنم در گلشن دہر دردؔ چون خوشۂ تاک	درد	بیرون ز خودم نہ بُرد حبِ وطنم خود شیشہ و خود بادہ و خود انجمنم
وحدت مرا سامان بہار دل ہے اس باغ جہان مین خوشۂ تاک کیطرح	باقی	بیخود ہون کہان حبِ وطن حائل ہے خود شیشہ ہے خود بادہ ہے خود محفل ہے
یک عمر گدائی ز گردون کردیم اکنون کہ نمودہ ایم چشمے پیدا	درد	وز کوری دل نظر بہ بیرون کردیم مانند حباب کاسہ واژون کردیم
اک عمر گدائی ہم نے گردون سے کی کاسہ کو کیا ہم نے نگون مثل حباب	باقی	اور کوری سے امید ہر اک دون سے رہی اب آنکھ ہوئی پیدا تھی تدبیر یہی
سلطان کہ بہ اسباب ہوس می نازد درویش کہ بے نوا و بے پروا ہست	درد	بر بال و پرِ خود ہمہ کس می نازد بر خاطرِ بے نیاز بس می نازد

ہے باعث نازِ شاہ اسباب ہوس درویش کہ بے نیاز و بے پرواہے	باقی	جیسے کہ پر و بال سے اُڑتی ہے مگس نازاں ہے وہ اپنی بے نیازی پر بس
نے مار گزید و زو نہ عقرب بنشیم فرق من و تو باعث این تفرقہ ہاست	درد	ہوشست کہ کرد این ہمہ دل ریشم قربان تمیز بے تمیز خویشم
بچھو نے نہ سانپ نے کبھی مجھکو ڈسا فرق من و تو نے تفرقہ ڈالا ہے	باقی	بس ہوش نے ہائے مجھکو دل ریش کیا ہوں اپنے تمیز بے تمیزی پہ فدا
گاہے سخنے از دہنش می گفتم افسوس ز علم ناشناسا یک عمر	درد	گہ از دہن خود سخنش می گفتم او بود کہ در دہن منش می گفتم
کرتا تھا کبھی سخن دہن سے اُسکے بس بات نہ پوچھ ناشناسائی کی	باقی	رکھتا تھا کبھی دہن سخن سنج مجھے کہتا تھا یہیں آپ وہ دل سے اُس سے
در رنج و بلا قدم بہ ماتم نہ زنی روشن ز تو بزم بندگی چون شمعست	درد	آئین رضا و صبر برہم نہ زنی ہر چند کہ سوزند ترا دم نہ زنی
رنج اور مصائب سے نہ غم کر زنہار ہے محفل بندگی سے یاں شمع صفت	باقی	آئین رضا نہ چھوڑ اے صبر شعار ہر چند جلائیں تو کر دم ہی نہ مار

تا چند ز فوت مدعا رنجیدن تا چشم کشادہ است چون آئینہ ات	درد	دوکان ہوس ز جہل برخود چیدن در پیش آید ہر آنچہ باید دیدن
ہرگز نہو فوت مدعا سے رنجور جب تک کہ کہلی ہے آنکہہ آئینہ کی شکل	باقی	دوکان ہوس کی بند کر اے معذور آ جائے جو آگے دیکہہ آنکہون سے ضرور
اے مرد طرب باش خوش و آسودہ چندان مثما غور در افلاک و نجوم	درد	رنجے مبر از فکر جہان بیہودہ کین گنبد بے در زکسی نکشودہ
اے مرد طرب خوش ہو آسودہ ہو افلاک و نجوم پر نکر غور عبث	باقی	بیہودہ جہان کی فکر سے خستہ نہو کس نے کہولا ہے گنبد بے در کو
اے درد چرا بہ کنج باغش جوئی من در رہ افتادہ چون نقش قدم	درد	در ہر چہ در میان راغش جوئی از من جوئی اگر سراغش جوئی
کس واسطے اوسکا باغ مین جویان ہے اوسی راہ مین ہون نقش قدم مجہسے پوچہہ	باقی	کس واسطے اوسکا راغ مین جویان ہے تو جس کا چہا تین آپ سراغ جویان ہے
اے درد ترا نہ ہمنشینے باید اکنون کہ نشستہ درین کلبہ ترا	درد	نے یار و ندیم و نے قرینے باید چشم و دل و اشک آستینے باید

باقی تجھکو نہ ہم نشین سے ہے کام اس کلبہ مین بیٹھا ہی تو بس اب تجھکو	باقی	کچھ دور سے مطلب نہ قرین سے ہے کام چشم و دل اشک آستین سے ہے کام
یک لحظہ اگر و ہر یہ باعنت دارد بر صحبت رنگین کسان دل نہ نہیم	درد	چون لالہ مدام داغ داغنت دارد تنہائی نا عجب فراغت دارد
گو مجھکو بہار باغ مین رکھتی ہے اس صحبت رنگین سے مین باز آیا ہون	باقی	لالہ سا عیب داغ مین رکھتی ہے تنہائی مجھے فراغ مین رکھتی ہے
بار ہستی کہ دوش طاقت شکست اکنون چہ ضرور ماندنت مثل نگین	درد	نقش ہست نام بر تو ای درد نہ بست بگذر تو از میان کہ نقش تو نشست
بار ہستی سے دوش ہو سکدوش کہین باقی اب کیا ضرور رہنا تجھکو	باقی	نقش ہستی نام اور حاصل ہی نہین بٹھا ہے نقش کہ اٹھ تو مانند نگین
اے مرد سپید اگر از خلق آزار گر بر سر تو نہند پا مردم دہر	درد	رنجے مبر از ذلت و خواری زنہار تو از رہ انکسار سر بر پا دار
مخلوق سے ہو پہنچے تجھے آزار اگر رکھ سر پہ ترے پاؤن کہین مردم دہر	باقی	اس ذلت و خواری کا کبھی رنج نکر رکھ تجھ سے آنکھے پاؤن پہ اپنا سر

اے درد ز مردمانِ اہل عرفان مارا مطلب بجز بیانِ تصنیف	درد	از وضع کلام میتوان یافت نشان مانند معانی بہ کتابیم نہان
باقی جو ہے خواستگار اہل عرفان ہمکو گر ڈہونڈہتا ہے تصنیف مین وہ ڈہونڈہ	باقی	ملتا ہے کلام ہی سے بس اُسکا نشان معنی کی طرح کتاب مین ہین پنہان
ہر چند ہمہ پا و سر و اعضائیم اے درد زما تبکہ سخن میگوئیم	درد	لیکن آنیم کہ جملہ ناپیدائیم چون نغمہ ز ساز خود برون می آئیم
ہر چند کہ ہم پا و سر اور اعضا ہین ہنگام سخن ساز سے اپنے باہر	باقی	لیکن ہین وہ ہم کہ جملہ ناپیدا ہین آتے ہین بشکل مثال اک نغما ہین
تا کے بہ تلاش مال خواہی کوشید پوشیدن جامہ ہا مکرر شدہ است	درد	با ہر بد و نیک دہر خواہی جوشید اکنون از خویش چشم باید پوشید
کب تک بہ تلاش دولت سیم و زر سو بار قبا عبا سی تن ڈہانکا ہے	باقی	کب تک یہ بد و نیک کی صحبت کا اثر اب اپنے سے آنکھہ بند کرنا بہتر
چون آمدۂ بعالم امکان باش اینجا اے درد خود صلائے نیست	درد	دیدی کہ بر وضع جہان خندان باش یک چند درین خانہ تو ہم مہمان باش

اس عالم امکان مین تا امکان رہ ہے یان جو صلائے عام سن اے باقی	باقی	اس وضع جہان کو دیکھ اور خندان رہ تو بھی اس گھر مین کوئی دم مہمان رہ
آنرا که درین باغ دلش با ثمر است خود فعل جزاے خود شود در روز جزا	درد	پاداش عمل همیشه مد نظر است چون تخم بدست شاخ آید ثمر است
اس باغ مین انجام کی ہے جس کو خبر فعل اپنی جزا کا آپ ہی روز جزا	باقی	پاداش عمل کی فکر ہے مد نظر ہاتھ آئے جو تخم شاخ کے ہے وہ ثمر
آن دم که گشاید در بخشش غفار از راه معیتے که دارد با ما	درد	آید همه اسرار نهان در اظهار ما را جمال اوست چشم دیدار
جب کھولیگا دروازہ بخشش غفار ہم سے جو وہ رکھتا ہے معیت کی راہ	باقی	ہو جائیگا اسرار نہان کا اظہار ہے اس کے جمال ہی سے چشم دیدار
اے حاصل تو ز زندگانی مردن اے غرہ دہم خود پرستی مردے	درد	تا چند پے حیات فانی مردن پیش از مردن اگر توانی مردن
حاصل تری زندگی کا آخر مرنا ای باقی خود پرست مردی ہی ہی	باقی	کب تک ہو حیات بیوفا پر مرنا پہلے مرنے سے ہو سکے گر مرنا

خون جگرت ہنوز خوردن باقیست از کشمکش ہستی آفت بنیاد	درد	یعنی نفس چند شمردن باقیست معلوم نجات تا کہ مردن باقیست
ہے خون جگر ابھی تو پینا باقی اس کشمکش ہست سی کیا ہوگی نجات	باقی	ہے جامۂ حیات اب بھی سینا باقی مرتے ہین کہان ابھی ہے جینا باقی
نے شاہی و دردنے گدائی داریم نے نشۂ نارسا و نے نالہ رسا	درد	نے ساز غنا نہ بے نوائی داریم فریاد ز دست نارسائی داریم
شاہی ہے ہمین نہ کچھ گدائی ہے ہمین ہے نشۂ نارسا نہ ہے نالہ رسا	باقی	ہے ساز غنا نہ بے نوائی ہے ہمین باقی فریاد نارسائی ہے ہمین
دردے کہ زمانہ گہ بدردش نرسد دریاب کہ میسر ساند دل را	درد	آسیب ز دست گرم و سردش نرسد جائیکہ رسید کی بہ گردش نرسد
اس درد کے درد کو نہ پہونچا کوئی پہونچاتی ہے پاس اسکے دلکو مسیحا	باقی	اُس کے دم سرد کو نہ پہونچا کوئی اوس جا کے گرد کو نہ پہونچا کوئی
نے مال مرا باید و نے فوج و سپاہ ترک اسباب بہ ز جمع اسباب	درد	از قطع تعلقم بود حشمت و جاہ کز دولت فقر ہر گدا گردد شاہ

دولت مجھے چاہیئے نہ کچھ فوج و سپاہ بہتر اسباب سے ہے ترک اسباب	باقی	ہے قطع تعلق ہی مری حشمت و جاہ اس دولت فقر سے گدا ہوتے ہین شاہ
گر مردم محتاج ز غم می گریند وقتست کہ از دست زمانہ اکنون	درد	زان پیشتر ارباب نعم می گریند چون ابر ہمہ اہل کرم می گریند
محتاج ہی کیا دکھا کے غم روتے ہین ہاتھون سے زمانہ کے جہا نہین باقی	باقی	سب روتے ہین یان نہ ایک ہم روتے ہین مانند سحاب اہل کرم روتے ہین
در سر نہ ہوائے مال و جاہے دارم صاحب نظرم توجہی گر بکند	درد	در دل نہ غم زر و سیاہے دارم چون آئینہ چشم یک نگاہے دارم
ہرگز نہین عطا رشہ کا محتاج صاحب نظر ا یکدم توجہ جو کرے	باقی	دل میرا نہین فوج و سپہ کا محتاج آئینہ صفت ہون اک نگہ کا محتاج
اے بیخبر اتفاق می باید کرد از وہم خودی نفاق خیزد غافل	درد	باہم دگر اتفاق می باید کرد از خود گذر اتفاق می باید کرد
اے بیخبر اتفاق کرنا ہے ضرور اس وہم خودی سے ہی نفاق اے غافل		باہم دگر اتفاق کرنا ہے ضرور خود سے گزر اتفاق کرنا ہے ضرور

اے کردہ تلف عمر گرانمایۂ خویش از عالم غیب آنچہ خواہی در تست	درد	در صحبت ہر فقیر و مرد درویش اے مخزن اسرار الٰہی اندیش
کرتا ہے تلف عمر کو کیوں اپنی ہر آن جو عالم غیب میں ہی سب ہے تجھ میں	باقی	صحبت میں فقیروں کے غنیمت ہی ناداں اے مخزن اسرار الٰہی پہچان
صد حیف کہ جملہ دوستداران رفتند اکنون من واماندہ چہ سازم چہ کنم	درد	زین دشت تمام شہسواران رفتند اے درد کجا این ہمہ یاران رفتند
صد حیف تمام یار و دلدار گئے واماندہ رہا ہے ایک باقی ناچار	باقی	جن جن سے کہ اپنے دل کو تھا پیار گئے یارو یہ کہو کہاں یہ سب یار گئے
برہم چون گل ز دست اوراق خودیم از ماست ہر آنچہ در پے ماست ہمہ	درد	آتش زدہ شرار چقماق خودیم اے واے کہ باین ہمہ مشتاق خودیم
ابتر ہیں برنگ گل سب اوراق اپنے ہم ہی سے ہے سب درد جو ہیں ہی ہیں	باقی	ہم اپنے شراروں ہیں چقماق اپنے اے واے کہ پھر آپ ہیں مشتاق اپنے
چندے کہ معاش کامرانی کردیم اے درد کجا ز دست دشمن آید	درد	غافل ز معاد زندگانی کردیم با آنچہ بخود زہر بانی کردیم

کی خوب معاش کامرانی ہم نے دشمن بھی کبھی نکر سکیگا باقی	باقی	بے فکر معاد زندگانی ہم نے اپنے پہ جو کی ہے مہربانی ہم نے
ہر جا زنی و چنگ صدای شنویم گر چشم کشائیم تو در نظری	درد	آہنگ ترا نام خدای شنویم در گوش نہیم ہم ترا می شنویم
ہر سمت سے جو صوت صدا سنتا ہون جو دیکھتا ہون مد نظر ہے تو ہی	باقی	آہنگ ترا نام خدا سنتا ہون جو سنتا ہون مین نام ترا سنتا ہون
برخاستہ گر ز دل شہود غیرت در خلق خدا بغیر خوش خلقی نیست	درد	سوی ہمہ کس بعجز باشد سیرت خیرے کہ بود باعث ذکر خیرت
اٹھ جائے جو یہ شہود موہوم غیر خلق خوش سے خلق کیا بہتر	باقی	ہر سو ہو تجھے بس عجز و خدمت کی سیر یہ خیر ایسا ہے جس سے ہو ذکر خیر
حیرت از چشم گفتگو ہا افکند چون برق و شرار نارسائی تلاش	درد	یاس آمد و از دل آرزو ہا افکند آتش در جان گفتگو ہا افکند
الجھن حیرت نے گفتگو مین ڈالی افسوس یہ نارسائی برق و شرار	باقی	یاس آئی تو خاک آرزو مین ڈالی آتش دل و جان جستجو مین ڈالی

در خاطر ارشاد اگر منظور است خود را شب و روز صرف یاران سازی	درد	عزلت ای درد نیز مسلک دور است اجرائی طریقت اگر منظور است
خاطر میں ہی ارشاد جو تیری منظور کر آپ کو صرف جملہ یاران شب و روز	باقی	عزلت باقی ہے مسلک عقل سے دور اجرائی طریقہ تجھکو گر ہے منظور
اے درد ندیدہ کہ در و دیدہ کور بس ہستی ما کہ از عدم ممتاز است	درد	فرقی نبود میان تاریکی و نور در آئینۂ علم نمود است ظہور
دیکھا نہیں ہے آپنے مگر دیدہ کور یہ ہستی ہے اپنی جو عدم سے ممتاز	باقی	اوس کو نہیں کچھ بھی فرق تاریکی و نور آئینۂ علم میں کیا اُس نے ظہور
در بحر نوای حباب گم خواہی شد اندک اے ذرہ سعی دیگر کا خر	درد	در باد نوای سحاب گم خواہی شد در پرتو آفتاب گم خواہی شد
دریا میں بس اے حباب تو گم ہوگا اے ذرہ کوئی دم تو ٹھہر پرتو میں	باقی	چلتے ہی ہوا سحاب تو گم ہوگا نکلے گا جب آفتاب تو گم ہوگا
پختیم خیال خام پیدا کردیم یعنی اے درد ہمچو عنقا از خلق	درد	آزاد شدیم و دام پیدا کردیم گم گردیدیم و نام پیدا کردیم

حاصل ہے پختگی میں سودائے خام یعنی باقی جہاں میں عنقا کی مثال	باقی	آزادگی ہی ہے ہماری حق میں اک دام گم ہو کے کیا ہے جنے پیدا یہ نام
ہر گوشہ صدائے صید بیابان دارد گر عقدہ خاطرت کشاید بینی	درد	ہر غنچہ بہشت خود گلستان دارد ہر قطرہ بہ جیب خویش طوفان دارد
ہر گوشہ میں اک شور بیاباں ہے یہاں عقدہ دل کا کھلے تو تجھ آئے نظر	باقی	ہر غنچہ کی مٹھی میں گلستاں ہے یہاں ہر قطرہ کی جیب میں ہی طوفان ہے یہاں
عمریست کہ وابستہ بہ تار نفسم معلوم نہ شد مرا ز فہم ناقص	درد	یعنی بہ شکنجہ ہوا و ہوسم یارب ز کجایم بکجایم چہ کسم
ہر چند کہ قیدی ہیولا میں ہم وابستہ رشتہ نفس میں لیکن	باقی	دل تنگ شکنجہ من و ما میں ہم آئے ہیں کہاں سے ہیں کہاں کیا ہیں ہم
امکان کہ سراسر است معدوم بغیب ہر چیز کہ پیداست بہ ضدش پیداست	درد	شد محو کمالات وجوبی لاریب آورد و شہادت ہمہ ایمان بالغیب
امکان کہ سراسر ہے معدوم بغیب جو چیز کہ پیدا ہے وہ پیدا ضد سے	باقی	ہے محو کمالات وجوبی لاریب لاتی ہے شہادت اس پہ ایمان بالغیب

علمست کہ ہر چہ ہست بنماید ازو غیر از تصنیف نیک دیگر نہ بود	درد	ہر عقدہ کہ مشکل است بکشاید ازو کارے کہ پس از تو کار ہا آید ازو
یہ علم ہی سب چیز کو بتلاتا ہے تصنیف نیک کے سوا کیا ہی کام	باقی	ہر عقدہ مشکل اس سے کھلجاتا ہے جو کام کہ بعد سب کے کام آتا ہے
یارب جانے کہ جملہ ہمت زاید یارب عملے کہ بر تو نزدیک کند	درد	یارب جسدے کہ کار طاعت آید یارب عملے کہ جز تو ام ننماید
یارب وہ جان دے جس میں ہمت ہووے یارب وہ عمل دے جس سے ہوں تیرے قریب	باقی	وہ جسم دے جس سے کار طاعت ہووے وہ علم دے جس سے تری قربت ہووے
گر قطرہ آبیم وگر در شدہ ایم محتاج کدام و چیست محتاج اللہ	درد	بے صورت عجز نے تفاخر شدہ ایم پیمانہ عمر یم ز خود پر شدہ ایم
ہیں قطرہ آب ہوں کہ باقی در ہوں محتاج ہے کون کیا ہی محتاج اللہ	باقی	اس عجز و تفاخر کا میں کب در خور ہوں پیمانہ ہوں اپنی عمر کا میں خود پر ہوں
ہر چند بہ علم و فضل ممتاز شوی بوئی نہ شنیدہ ز عرفان تا حال	درد	مشکل کہ بہ فقر نکتہ پرداز شوی مدت باید کہ واقف راز شوی

ہر چند تو علم و عقل مین ہے ممتاز عرفان کی بو نہین ہے تجھہ مین اتبک	باقی	مشکل کہ فقیری مین ہو نکتہ پرداز مدت باقی ہے تا کہ ہو واقف راز
گر دعوی ہستی ست بہتان ست این اے حضرت انسان تحیر انجام	درد	ور شکوہ نیستی ست کفران ست این خود را نشناختی چہ عرفان ست این
ہستی کا جو دعوی ہے وہ اک بہتان ہے اے حضرت انسان ہے حیرت انجام	باقی	گر شکوہ نیستی ہے بس کفران ہے خود ہی کو نہ پہچانا یہ کیا عرفان ہے
شو عاشق و در خود طلبی پیدا کن خورشید ندارد ز کسے جلوہ دریغ	درد	یعنی پئے وصلش سببے پیدا کن اے ذرہ بروتابے و تپے پیدا کن
عاشق ہے تو الفت کی طلب پیدا کر خورشید نہین رکھتا ہے جلوے سے دریغ	باقی	منظور جو ہو فضل سبب پیدا کر اے ذرہ تو پہلے تاب و تپ پیدا کر
پندار خزان ما بہار ہستی اعیان ہمہ آئینہ وجود اند کہ گرد	درد	در نیستی است اعتبار ہستی در لیل عدم جلوہ نہار ہستی
پیدا ہے خزان سے یان بہار ہستی اعیان عدم مین ہوئے مرات وجود	باقی	ہے نیستی سب کی اعتبار ہستی جب جلوہ نما ہوا بہار ہستی

عالم کہ عدم بود نمیکرد نمود فیضی عامت گرفت ور بر ورنہ	درد	در ضمن وجود خویش دادی تو وجود کس لایق این عنایت خاص نبود
عالم تہا عدم مین کچہ نمودار نہ تہا اک فیض عام تہا وگرنہ کوئی	باقی	جب تو ہی نہ تہا وجود اظہار نہ تہا اس خاص عنایت کا سزاوار نہ تہا
جوع و عطش است آب و آتش فقرا دیدیم کہ اغنیا بسے محتاج اند	درد	از فرش زمین ست فراش فقرا اے درد معاش ست معاش فقرا
ہی بہوک اور پیاس آب و آتش فقرا اُنسے بہی زیادہ اغنیا ہین محتاج	باقی	اور فرش زمین کا ہی فراش فقرا کیا خوب معاش ہی معاش فقرا
در عشق نہ مرد خود پرستی باید اے آنکہ پری زباد دعوی چو حباب	درد	وارستہ ز خویش دل بدستی باید البتہ ترا بخود شکستی باید
ہوتے ہین خود پرست کب عشق پرست یہ باد غرور سب ہی ہے تجہہ مین	باقی	وارستہ ہوا ہی سے تو ہو دل ہمدست مانند حباب تجہکو لازم ہی شکست
ای بیخبر از ہستی ہست مطلق کثرت نکند ترا پریشان چو شود	درد	نگرفتہ از کتاب توحید سبق نصب العین تو معنی واحد حق

کیا جانتا ہے ہستی ہستِ مطلق کثرت سے پریشان نہ ہوگا تو اگر	باقی	جس نے نہ لیا کتاب وحدت سے سبق نصب العینی ہے معنی واحد حق
ہرچند کدورت و صفا را یابی گو سرِ طبیعی و الٰہی فہمی	درد	لیکن نتوان کہ مدعا را یابی ممکن نبود اینکہ خدا را یابی
ہرچند کدورت اور صفا کو سمجھے گو سرِ طبیعی و الٰہی پایا	باقی	لیکن ہرگز نہ مدعا کو سمجھے ممکن یہ نہیں ہے کہ خدا کو سمجھے
اے بندۂ عقل نیستی آگہ عشق گفتم بتو آنچہ گفتنم بود اکنون	درد	برتر بود از عقل بسے درگہ عشق خواہی رہ عقل گیر خواہی رہ عشق
اے قیدیٔ عقل تو نہیں آگہ عشق کہنا تھا جو تجھ سے کہہ چکے ہم باقی	باقی	برتر ہے بہت عقل سے درگہ عشق چاہے رہ عقل لیوے چاہے رہ عشق
اکنون من و این گوشۂ زندان جنون سودائے کسے نبود زین بیش مرا	درد	آباد کنم خانۂ ویران جنون شد زلف تو ام سلسلہ جنبان جنون
اب میں ہوں ہی اور کنجِ زندانِ جنون اتنک سر میں نہ تھا کسی کا سودا	باقی	آباد کروں خانۂ ویرانِ جنون ہے زلف تری سلسلہ جنبانِ جنون

گرداعیهٔ محیط دارد سیلت چون قبله نما اگرچه گردانندت	درد	خار و خس این دشت نگیرد دبلت باید که ببوسے یار باشد میلت
گرداعیہ دریا کا تری سیل کو ہے گو قبلہ نما کی طرح تجھکو پھیرین	باقی	نقصان نہ خار سی تیرے ذیل کو ہے دلدار کی جانب ہی تری میل کو ہے
اے درد اگر ز اصل و فرعت خبرست در آدم بود ذریاتش پنہان	درد	در یاب کہ تفصیل بہ اجمال درست در تخم چنان برگ و برے مستتر است
باقی جو ہی اصل و فرع سے تجھکو خبر آدم میں تھی ذریات سب اُسکی پنہان	باقی	تفصیل ہے اجمال میں آئی جو نظر مستور ہو جیسے تخم میں برگ اور بر
از عقل بمیدان جنون باید تاخت عمریست کہ از خویش جدا می تازم	درد	وز عرصهٔ وہم خود برون باید تاخت ہر چند ندانم اینکہ چون باید تاخت
میدان جنون کی دوڑ کیونکر چھوڑدون اپنے سے نکل کے دوڑتا ہون لیکن	باقی	اس عرصہ سے باگ اپنی مین کیسے موڑدون آتا نہین دوڑنا کہ کیونکر دوڑون
در فقر نہ جاہ و نے تجمل باشد اے درد متاع خانہ درویشان	درد	نے فکر خزنہ بار نے جل باشد تسلیم و رضا صبر و توکل باشد

نے آرزوئے جاہ و تجمل ہے ہمیں باقی یہ متاعِ خانہ درویشی	باقی	نے یار نہ خر ہے نہ خیم جُل ہے ہمیں تسلیم و رضا صبر و تحمل ہے ہمیں
ہر چند زمین و آسمان می بینی اے نورِ نگاہِ تو عباراتِ سلف	درد	لیکن نہ شناسی کہ چسان می بینی چیزیکہ شنیدہ ہمان می بینی
تو گرچہ یہ سب ارض و سما دیکھتا ہے ہے تیری نگاہ میں عباراتِ سلف	باقی	آگہ نہیں کس طور سے کیا دیکھتا ہے ہے تو نے جو کچھ سنا وہی دیکھتا ہے
اے درد نیابی تو صبوری از وے دنیا چہ و عقبے چہ دوئی اجز آنست	درد	بُعدست بقرب ہم ضروری از وے آنجا ہم اگر توئی تو دوری از وے
باقی کبھلا تو نہ پائیگا صبوری اُس سے کیا دنیا کیا عقبیٰ دوئی مجبوری ہے	باقی	ہے قرب میں بعد بھی ضروری اُس سے اُس جا بھی اگر تو ہے دوری اُس سے
سوئے اجلم بسکہ سفر دم بدم است اے درد بگوش من صدائے گریان	درد	ہر دم پئے قطعِ راہ میل قدم است بانگِ جرسِ روندگانِ عدم است
عازمِ سفرِ اجل کا ہے یاں ہر کس آواز نہیں دیتا ہے باقی گریان	باقی	ہر دم پئے قطعِ راہ ہے میل نفس یہ قافلہ عدم کا ہے بانگِ جرس

از بس زجدائی کسان سوخته ام یاد ایام رفته مد نظر است	درد	خرمن خرمن ز حسرت اندوخته ام چون سوزن چشم بر قفا دوخته ام
اصحاب غم سے جان جاتی ہی چلی یاد ایام رفتہ ہے مد نظر	باقی	حسرت نے لگائی چوٹ اک دل پہ نئی سوزن کی طرح آنکھہ قفا پر ہے لگی
چشم مست اگر همیشه بیمار خود است حسن آئینه جمال توحید بود	درد	در زلف پریشان سر و کار خود است هر کس این جا بجان گرفتار خود است
آنکھون کی طرح ہوا ہون بیمار اپنا حسن آئینہ جمال وحدت ہے یہان	باقی	ہے اپنے ہی ساتھہ بس سر و کار اپنا ہر شخص ہے جان سے گرفتار اپنا
اے آنکه تو هر زشت و نکو را یابی آئینه به برداری و معلوم تو نیست	درد	حیف است نه آن جلوه گر را یابی دل را دریاب تا که او را یابی
کیا خوش ہوتا ہے خوب اور خوار کو دیکھہ آئینہ بغل مین رکھہ کے کیون ہے غافل	باقی	بس چشم بطون سے جلوہ یار کو دیکھہ پہلے دل دیکھہ پھر تو دلدار کو دیکھہ
آن ذات مقدس است هر دم حاضر دست من و دامان رسول و آلش	درد	بر حال جهانیان بهر جا ناظر در هر دو جهان است محمد ناصر

وہ ذات مقدس ہے جہانین حاضر باقی کا ہے ہاتھہ اور داماں رسول	باقی	اور جملہ جہانیان کا وہ ہے ناظر ہے دونون جہان مین اک محمد ناصر

پوشیدہ نماند کہ رباعیات بابرکات معرفت آیات حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ ہر قدر کہ از کتاب علم الکتاب تصنیف خواجہ مغفور بنظر این فانی البنیاد گردہاری پرشاد باقی در رسید و سرمۂ چشم آگاہی گردید آن جملہ را پیرایہ اردو پوشانیدہ درج ساختم و برسالہ درد باقی موسوم گردانیدم ۔

رباعیات فارسی مصنفہ حضرت باقی مرحوم
متعلق بمضمون درد

بے درد بود غافل و محو دنیا دردا دردا کہ درد در دہر نماند	باقی	با درد ہمیشہ میکند یاد خدا دردش بجہان ماند دل باقی را
آن درد کہ زمانہ محزون گردید از سعی طبیبان نشدہ دفع عجیب	ایضاً	دل از اثر او ہمہ پرخون گردید اے باقی دوائے درد دل چون گردید
این درد کہ شد واسطۂ یاد خدا اے باقی تو درد را از دل مگزار	؍؍	خواہم کہ نگردد ز دل خلق جدا تا درد شود واسطۂ یادِ خدا

این درد نشد پسند عالم هرچند حیف است اگر درد پسندش نکند	باقی	زوهست بدانست جهان رنج و گزند باقی که زجان و دل بود درد پسند
از درد شده ناله بر چرخ برین ای باقی اگر چشم وفای میداری	〃	در دورد دل خاسته صد آه حزین این آه سرد و ناله درد ببین
هم ناله که عذاب میگردد درد بر حالت خود بلا تغیر باقیست	〃	هم شعله ز التهاب میگردد درد زان درد ز خویش باز میگردد درد
والله عجب مرد خدا بود آن مرد از قطع تعلقش همه پس ای باقی	〃	در وحدت نیست مثل او جامع فرد بنگر که جدا جدا است هر حرف درد
شد درد محیط عالمی از اسرار بر گفته من اگر یقینت نه بود	〃	چون ساحل داشت بحر عرفان بکنار اعداد محیط عالم و درد شمار ۲۰۸ ۲۰۸
تا پیدا گشت درد او در جانم هرکس از بهر درد درمان جوید	〃	عالم گریزد ز درد و من خندانم یارب چه کسم که درد شد درمانم
باقی تو چگونه راز وحدت فهمی از شرک تو موصل و حقیقت دولی	〃	یا رتبه درد با فضیلت فهمی زان نور چه فهمی که تو ظلمت فهمی

باقی بشناسی تو اگر فرع و اصل پیوستہ چو نام خویش با آن بے نام	باقی	وصلت حاصل شود بلا زحمت فصل از فیض جناب دردؔ یابی وصل

کلام اردو جناب حضرت باقیؔ متعلقہ حضرت خواجہ میر دردؔ رحمۃ اللہ علیہ

رخ تیرا ہوا ہے زرد باقی باقی تو ہے موصل دو حرفی	باقی	کیوں بھرتا ہے آہ سرد باقی مقطوع ہے نام درد باقی
ہوگا نہ کوئی موحد ایسا یکتا ہے وہ قلب میں ہمیشہ	؍؍	عرفان میں ہے درد فرد باقی ہے درد کا قلب درد باقی
شطرنج جہان میں جو دیکھا پھر درد ہوا محیط عالم ۲۰۸ ۲۰۸	؍؍	باقی ہے برنگ نرد باقی اعداد پہ جمع کرد باقی
اُس کو نہ جدا سمجھ خدا سے وحدت کی صفا کی کیا خبر ہو	؍؍	ہے مرد خدا یہ مرد باقی دل میں ہے دوئی کی گرد باقی

ہو جائیگا تجھکو اصل سے وصل
چاہے گا جو فیض درد باقی

تاریخ اردو درد باقی

مصنفہ باقی صاحب

میخانہ معرفت مین مین جب آیا تہا فارسی مین اون کا کلام موزون اس میکدہ مین بادہ کش آجائین اگر تہے اون کے رباعیات دو آتشہ می	باقی	اور ٹہیرے جناب درد میرے ساقی اردو مین کیا ترجمہ با مشتاقی ہوش اپنا نہ پائینگے کبھی وہ باقی کمزور کیا زور کو بنکر ساقی

اس ترجمہ کی مینے جو پوچھی تاریخ
ہاتف نے کہا حافظ درد باقی
سنہ ۱۳۱۰ ہجری

هوالباقی

رباعیات مصنفهٔ حضرت باقی صاحب

خوش مصرع لا اله الا الله خوان در منقبت و مدحت اهل بیتش	باقی	ثانیش محمد رسول الله دان گردید رباعیات ما را عنوان
حمد تو چه خوانم که دهان دادهٔ تست دل را چه کنم تحفه که او آن توبست	،،	وصف تو چگویم که زبان دادهٔ تست جان را چه کنم نذر که جان دادهٔ تست
اے مشرک میکنی تو این شرک چرا یک را دو تو بینی چه بشکل احول	،،	یکتاست خدا دوئی روا نیست ترا الله بود وتر یحب الوتر ا
اندر رهِ نعت تو چه پوید باقی لولاک لما خلقت الافلاک بس است	،،	مضمون محامدت چه جوید باقی زین بیش چه یارا که بگوید باقی
ظاهر شده اعجاز تو بر ارض و سما انگشت تو شق نموده مه را به فلک	،،	اذعان تو کرده هر پست و بالا در دست تو گویا شده سنگ خارا
تو نور حقیقی به مجاز آمدهٔ مانند نظر به چشم عالم بودے	،،	بازودی از رهِ دراز آمدهٔ گویم جان ترا که باز آمدهٔ

باقی چه کنی منقبت آل رسول زین پس چه کنی وصف که کردست زحق	باقی	هستند همه روح نبی جان بتول اندر حق شان آیه تطهیر نزول
اے حضرت بوبکر زہے صدیقی ذات تو ترا صلوات است وسلام	〃	تو اکبر اصحاب نبی تحقیقی تو ثانی اثنینی و بالتصدیقی
اے نام تو فاروق عمر ابن الخطاب فرمود ترا شیر خود پیغمبر	〃	کردی تو فزون قوت دین از اصحاب زان رائے تو شد موافق وحی کتاب
اے آنکه بنام حضرت عثمانی پیش از همه قربت و قرابت داری	〃	داماد نبی مقرب یزدانی ذی النورینی و هم جامع القرآنی
اے افسر ہاشمی علی شیر خدا در خم غدیر خود نبی گفت ترا	〃	در شان تو شد لحمک لحمی زیبا من کنت مولاه علی مولا
آن عبد القادر کرامت احوال از شان ولایتش جهان آگاه است	〃	پیر است به پیران جهان با جلال منظور شدش دزد و شد از ابدال
سید سلطان و خواجه و شیخ فقیر اے مولانا جلیل محی الدین	〃	مخدوم و ولی پادشه و مهر ضمیر شد عرف تو دستگیر و ستم در گیر

یارب تا کی ز خویش غافل داری برگردان از جهان دل باقی را	باقی	تا چند بسوئے خلق مائل داری تا کے دل دل کند بکن دلداری
ہر روز کہ دفتر عمل بکشودم گو مشرف کارہائے شاہی بودم	"	کم کردہ ثواب معصیت افزودم افسوس حساب جرم خود ننمودم
من پیرو حضرت فریدالدینم بوئے دارم ز طبلۂ توحیدش	"	مرشد شدہ عطار ز فقر اینم یا بادیم مشتاریا بے دینم
من ہندوم و ز عشق بازان ہستم انکار ز وحدت خدایم چون نیست	"	خال رخ عشاق زیبایان ہستم کافر مشمر مرا خداوان ہستم
محبوب علی شاہ دکن شاہ من است یارب بکن آگاہ ولش از عدل	"	این آصف جاہ با عیش جاہ من است معروف و عایش دل آگاہ من است
آسودہ دل آمدم ز کوئے عطار از عشق دماغ دل معطر دارم	"	دارم نظر صدق بسوئے عطار پر ہست مشامم من ز بوئے عطار
من زلہ ربائے حضرت عطارم دیوسے دارم ز نافۂ اسرارش	"	صد طبلہ مشک ہست اندر یارم منت شدہ ز آہوئے تاتارم

نے بزم بود نہ من بلاقی باقی خمار و خم و خمکدہ ہستند خراب	باقی	نے جام و نہ شیشہ و نہ ساقی باقی یک نشۂ وحدت است باقی باقی
گرداب و حباب و موج و دریا ہمہ اوست اسرار حسن و عشق گر می پرسی	〃	ساقی و شراب و جام و مینا ہمہ اوست وامق و عذرا و قیس و لیلا ہمہ اوست
عکس خورشید بہ آب صد ظرف نمود خود می فہمی کہ رفت آن عکس کجا	〃	چون ظرف ازان شکست آن عکس بہ بود خود می دانی کہ عکس آن ظرف چہ بود
آثار وجود اوست در خلق پدید من میگویم جواب باید فہمید	〃	گر ہست بگوئی بہ نظر چون نرسید مردم در دیدہ ہست کی دیدہ بدید
اے خوش باہنگ حساب سہو باب بگذار دوی اگر جمل میدانی	〃	کن خرج ز فہم و سیر و حدت و رباب جمع و باقی یکیست در گیر حساب ۱۱۳ ۱۱۳
مادام کسے نیست بدنیا باقی فانیست ہمہ جہان و اسباب جہان	〃	ماند نہ ہمیشہ ہیچ اشیا باقی باقی ذات حق ہست الا باقی
جمعیت ما بہر پریشانی ہست اینجا ہے امید زیست نادانی ہست	〃	آبادی ما برائے ویرانی ہست روزے باقی ہمہ جہان فانی ہست

نے جان و نہ تن نہ روی و آبرو باشد ہست ہمہ نیست است اما باقی	باقی	نے تاب و توان نہ زور بازو باشد باقی باشد کسے کہ با او باشد
بود ہمہ را مدار بر نابود ست شد بود ز نابودی و نابود ز بود	؍؍	نابود ست آنچہ در نظر با بود ست ہستی ہمہ غفلت تو و نابود ست
تا در ہوس وجود ہستی ہستی موجود شناسی و عدم در پیش است	؍؍	ہموارہ تو در نفس پرستی ہستی از روز ازل ہر آنچہ ہستی ہستی
تا کے بہ غم وجود باشی مغموم راز عدم و وجود گر شد مفہوم	؍؍	انجام تو بود ز ابتدا ہم معلوم موجود وجود اوست باقی معدوم
تا کے گرد و فلک لکامست باقی ننگست باد از این غلط فہمی ہا	؍؍	تا چند بمانی تو سلامست باقی ہستی فانی کہ کرد نامست باقی
عالم ہمہ غرقہ فنا خواہد شد زین باقی و فانی از این بود نہ بود	؍؍	کن فہم پس فنا بقا خواہد شد حاشا در اک از آشنا خواہد شد
نہ ہار سمین عکس جمال خود را گر چشم بصیرت است باقی بنگر	؍؍	رخسار و جبین و خط و خال خود را زین نقش فنا شکل مآل خود را

در کون و مکان از این و آن هیچ مگو خود هیچ بدی و باز خواهی شد هیچ	باقی	هیچ است همه کار جهان هیچ مگو ای هیچ مدان هیچ مخوان هیچ مگو
احوال جهانیان بدیدیم سبے اخلاق و محبت بدلے باقی نیست	〃	هر کس دل خود بسته بفکر هوسے افسوس که نیست اندرین خانه کسے
جز نقص به هیچ باب بهبودی نیست بازار دل است یا که بازار جهان	〃	سودا چکنم غیر زیان سودے نیست از نقد مراد هر دو را بودے نیست
ایوان رفیع و قصر و گلشن چکنم رفتند و گذاشتند یاران همه را	〃	در منزل بے ثبات مسکن چکنم آنان چه نموده اند تا من چکنم
گاهے بحصول مدعا ما شادم زین هر دو گزیر نیست تا زیست مرا	〃	گاهے به وقوع یاس و غم ناشادم یا ناشادم درین جهان یا شادم
باقی نه من و نه تو نه بانی باقی زین هستی و نیستی بتحیر دارم	〃	جز ذات خدا هیچ نه دانی باقی باقی فانیست غیر فانی باقی
هستی و وجود ماست چون نقش بر آب باقی تو سر افراخته شکل حباب	〃	هستند درین بحر حوادث گرداب از باد غرور باشدت خانه خراب

از دانه شدم ریشه و وز ریشه شجر از جای من بود تغییر باقی	باقی	وز شاخ شدم برگ گل و غنچه ثمر چون پخته شدم دانه شدم بار دگر
در دیر و حرم مقام و منزل تا چند از خود بطلب اگر خدا را طلبی	″	فکر اسلام و کفر ای دل تا چند تا چند ز راز خویش غافل تا چند
این ساعت سیمین که تو داری ای یار هر لحظه ترا بیخبر آگاه کند	″	آگاه کند چو تیک تیک بینی هر بار هر ساعت عمر را غنیمت بشمار
داری همه وقت چو ساعت در پیش زان عمر که باقیست شود کم هر دم	″	بنگر ز مآل خویش ای دور اندیش دانی تو ز غفلت که شود عمرم بیش
بیداری ساعت فرنگی در بر ای باقی وقت را غنیمت بشمر	″	می بینی هر وقت کارش اکثر از عمر تو هر دقیقه کم شد بنگر
در عالم فانیست ترا پیش سفر نی زاد و نه راحله نه بار شتر و نه خر	″	همراه تو آید نه برادر نه پسر غیر از عمل تو همتا نیست دگر
جز آه بوقت سوز و سازی نیست هیهات مرا به رنج اندوه فراق	″	جز ناله مرا هیچ هم آوازی نیست غیر از دل من رفیق جانبازی نیست

مرتاض ریاضت نکند بے سببے اے من طلبے جد کہ قول عربست	باقی	بیدار بغیر مطلبی نیست شبی ما را خود بغیر وحدت طلبی
زاہد بہ نماز است برائے جنت ما راحت دل بکوے او میخواہیم	"	عابد بہ نیاز در ہوائے جنت زنہار نہ باشیم گدائے جنت
عمر صد سالہ ام شدہ جملہ خراب ضائع شدہ سی سال بطفلی و شباب	"	پنجاہ از آن گزشتہ بشب در خواب در پیری بیست رفت باقی چہ حساب
حیوانست بہ فیض خویش بہتر از من جسم تو بخورد و نوش غافل ہمہ عمر	"	گاو بز و میش دادہ شیر و روغن بعد مردن غذای زاغ است و زغن
اے ہیچ چہ کردہ تو گو انسانی صادر نشد از تو کار خیرے باقی	"	در فعل نکوہیدہ بتر از حیوانی دائم بہ تن آسانی خود می مانی
ہر چند نگاہ جستجو ہر سو دید آن کس کہ کشاد چشم باطن باقی	"	از دیدہ ظاہری کجا آن رو دید او را با خویش و خویش را با او دید
یارب چہ بگویم کہ کرم کن بر من من از تو طلب نمی کنم دیگر چیز	"	خود می بخشی گناہ گارم گر من لطفے فرما کہ من نہ مانم در من

هر قطره شود منبع آب حیوان بحر فضل تو گر بیاید در جوشش	باقی	هر ذره شود مشرق نور ایمان مهر مهر تو گر به گردد رخشان
کام دل ناکام تو میدانی تو آن جوهر جان چیست نمی دانم هیچ	〃	آغاز هر انجام تو میدانی تو این معنی ابهام تو میدانی تو
جان از تو دلم از تو بدن هم از تست هستی مانند تو گلباغ هستی	〃	شاخ و گل و غنچه و چمن هم از تست آب و رنگ رخ زمین هم از تست
دنیا را عافیت مبارک باشد جز عرفان نیست عارفان را هوسے	〃	زاهد را عاقبت مبارک باشد ما را این معرفت مبارک باشد
مسموم مشو اگر وفات باشد چون باعث وصل حق ممات باشد	〃	از رحمت او به بین نجات باشد این مردن ما به از حیات باشد
وان جلسهٔ عیش با تشام دگر است این مسکن ما نیست که تو می بینی	〃	کیفیت بزم ما ز جام دگر است آنجا ز برائے ما مقام دگر است
هر چند صبا بشوق کوے تو رود بے راه روی بود چنین راه روی	〃	گو چرخ ز سر به آرزوی تو رود نتواند کس بره کوے تو رود

نه بندهٔ اینم و نه آنم باقی در شیوهٔ طاعتم نه یابی فرقی	باقی	بی شبهه غلام او بجانم باقی زانسان که بدم بنده همانم باقی
خود را اگر گم کرده ام خدا یافته ام شیخ و راهب نیافتندش بتلاش	”	از خویش خدا را بخدا یافته ام از کعبه و دیر ماسوا یافته ام
هی هی چکنم فکر سبکساری خویش بار دوشم سرم شده است ای یاران	”	جز او نبود امید یاری خویش از پا بفتادم ز گران باری خویش
از کن مکن کون و مکان کارم نیست آنی تو که از آن تو این و آنند	”	در وسوسه هر دو جهان کارم نیست من آن توام به این و آن کارم نیست
والله با طلاق خداست و نیست آگاه کسی نگشت از هستی او	”	چون عکس ز آئینه جدا هست و نیست چون بو به گل و غنچه بجا هست و نیست
ای دل چه دلاوری تو الله الله انسان را امیدی تو قریب رحمان	”	در جسم چه داوری تو الله الله خوش هادی و رهبری تو الله الله
چون آه عبث اثر نکردی رفتی مثل برق آمدی و رفتی افسوس	”	چون ناله بجان خبر نکردی رفتی در قصه دم گذر نکردی رفتی

در ملت ما کافر و دیندار یکیست گر چشم بطون است ببین وحدت را	باقی	سر رشتهٔ سبحه تار زنار یکیست گو دیده دو هست لیک دیدار یکیست
جان را محبوس تن نکردی چه شدی امکان و وجوب را بدیشان باهم	〃	زین گونه ستم بمن نکردی چه شدی آن خالق ذو المنن نکردی چه شدی
اے راه روان هر اسفر در وطن است این رمز ندانی تو که جاهل هستی	〃	هم خلوت من مدام در انجمن است کیفیت این هر دو چه بو چمن است
درویش ز بیراے دل دوا بود دوا وقتیکه طبیب من خدا بود خدا	〃	بیماری عشق هم شفا بود شفا عیسیٰ و مسیحش کجا بود کجا
یا هو یا هو بخوان به ذکر یا هو در قرآن است کل شیء هالک	〃	پندار تو جمله ما سوا ء اما هو این کون و مکان فناشو والا هو
چون مهر اگر جلوه نمائی چه عجب شمس تا در وقت تخلق عالم به ظهور	〃	بر دشمن بکنی همه فدائی چه عجب نام تو خداست گر خود آئی چه عجب
دل رفت و خبر نداد دلدار کجاست اندر ره دیر و کعبه هستم بخمار	〃	مقصود و مراد جان این زار کجاست اے یار ره خانهٔ خمار کجاست

ثابت نشد اینکه قصد سیار کجاست این جمله عبث دوا دوی میسازند	باقی	منزل که آسمان دوار کجاست کس را خبری نیست که آن یار کجاست
زآغوش من زار چو جانان برخاست وز دیده زار جوش عمان برخاست	״	صد ناله حشر از دل هم جان برخاست برخاست نه او هزار طوفان برخاست
بیرون ز مکانست مکان من و تو جز کالبد خاک که خاکش برسر	״	بی نام و نشانست نشان من و تو دیگر چه حجابست میان من و تو
فرمود تو بیخودی شرابت چه دهم کردم چو سوال وصل با آن عیار	״	واری دل پرسوز کبابت چه دهم گفتا که تو من شدی جوابت چه دهم
باقی دل گم کرده خود باز نیافت هرچند تلاش کرد در عرصه دهر	״	مثلش یک آشنای جانباز نیافت همراز چنین شریک انباز نیافت
بشنو تو بگوش هوش میدارم یاد از دست جفای چرخ نیلی فسوس	״	آن تخت سلیمان که برفتی بر باد زو نام و نشان نیست چنان شد برباد
تا کی نالم ز خویش بیرون فریاد یارب غیر از تو نیست فریادرسی	״	تا چند ز غم دلم شود خون فریاد فریاد ز دست جور گردون فریاد

اے یار تصور تو چونی چکنم گویند عیانی و نهانی لیکن	باقی	حیرانم و وصف بے چگونی چکنم نے بیرونی نه اندرونی چکنم
اوّل آن شوخ دربود از من دل کار دل بود صبر کردن باقی	″	پس گفت به هجر صبر را کن حاصل بیدل چکنم صبر همین شد مشکل
طنبور و چغانه و رباب چنگ است از پردهٔ ساز گو برون می آید	″	بنگر که بسا رنگ درین نیرنگ است هر نغمه جدا مگر زیک آهنگ است
گر دید عیان وحدت و کثرت همه او کو نام و وضع و حیثیت هست جدا	″	من میگویم مثال آن زمزمهٔ تو در اصل ز گل کوزه و جام است و سبو
خود دلبر و خود دل است الله الله با کس نه توافق است او را نه تضاد	″	خود کوزه و خود گل است الله الله خود رهبر و خود منزل است الله الله
جانم ز دل و دیده در آفت افتاد از چشم نظاره باز خود می گریم	″	آن انچه که دید این بجایش بنهاد هم از دل و از خودم در فریاد
از گرمی عشق چند سازی تو قرار استقلال تو کیمیا می گردد	″	بیهوده مده بباد خود را زنهار سیماب صفت دمے بشوقم نار

چون نیست بدل حب خدا ای زاهد بگذار همه مکر و ریا اے زاهد	باقی	این صوم و صلات سست چرا اے زاهد واللہ باللہ تا کجا اے زاهد
اے ملا گر تراست علم منقول گر معرفت خدا نداری واللہ	〃	اوقات مکن صرف به بحث معقول این علم و فضیلت تو بود فضول
شد خلق جهان تمام ماشاء اللہ تقدیر پیشش چنان کامل بود	〃	هم پیدا صبح و شام ماشاء اللہ گردیده ظهور عام ماشاء اللہ
اے غافل و بے خبر زیاد خدا امروز چه تحصیل نمودی اینجا	〃	هیچ است همه جهان و هم مافیها داری بدل امید مراد فردا
جان رفته و خاک گشته این تن گردید جز حسن عمل نرفته همراه کسے	〃	یا فی خرابیم دل من گردید بیگانه یگانه دوست دشمن گردید
این خلعت اکرم نقد کرمنا از خلعت خانه خدا گشته عطا	〃	وین زیور پیش قیمت علمنا حیف است نگوییم اگر سلمنا
هر شخص از آن سوی رسید است اینجا شد حسن عمل کشاد باب جنت	〃	افعال بد و نیک گزیدست اینجا قفل است آنجا مگر کلید است اینجا

تا چند غریق جهل باشیم افسوس صرف و نحو و بیان و منقول همه	باقی	افتاده به ورطهٔ گمانیم افسوس دانیم مگر هیچ ندانیم افسوس
چون طائر آشیان فراز کشتی جهاز هر سو که کنم نگاه بحرست محیط	ر	جا یافته ام شنوده ام گر پرواز نادم به همان مقام میگردم باز
اے یار خدا تو مامن و ملجاے هر سو شده بحر ماسواے تو محیط	ر	دورم ز فکن ز خود به بے پرواے چون مرغ جهازم که نیابم جاے
گر می پرسی که چون نمردی بے من جانم پنهان شدست زیر قدمت	ر	من چون بمیرم که هست مشکل مردن موت آمد و برگشت که خالیست بدن
هندو داند که باز آییم به جهان هر کس که شد از جهان نیامد خبرش	ر	مسلم گوید دگر نیاید انسان اینست یقین دان همانا ست گمان
زین وارد به مژده منت مبارک باشد جانان را یافتم غنیمت است مرگ	ر	این مژده میمنت مبارک باشد این جان بخشی منت مبارک باشد
او هست وجود هستی ما بالله در خلق مفقودست اینجا نه قیام	ر	جز در گه او کجا بود جا بالله لا حول و لا قوت الا بالله

در دهر اسیر عشقم گو باشم یا مسلم پاک یا که هندو باشم	باقی	یا آنکه چو درویش دعاگو باشم لعنت بر من اگر بغیر او باشم
با خویش می دویم انشاء الله ما صورت موجیم تو دریا یکنار	〃	در راهش می رویم انشاء الله واصل هم می شویم انشاء الله
از جای که آمدیم اینجا اے یار زین راز خود آگهی چه پرسی از ما	〃	لا بد که همان جا برویم آخر کار تحصیل حاصل ست این استفسار
غفارا بخشش ترا امیدانیم پشت چه کرام کاتبین برخوانند	〃	بے باک ز روز حشر زان می مانیم یکسر سیه ست نامه عصیانم
هرچند بے گناه گنهگارم یارب تو ارحم الراحمین عالم هستی	〃	از کرده خویش شرمسارم یارب از رحمت تو امیدوارم یارب
کارم نبود چون و چرا یا الله مشغول به ذکرم وز دل میگویم	〃	در یاد توام صبح و مسا یا الله الله الله بارها یا الله
اے فیض تو کرده نام یارا نامی باقی را کن عطا جلال و اکرام	〃	زیباست تولیست فیض عامی حقا که تو ذو الجلال والاکرامی

اسم باقی حباب دریا است شمار برده ده ضرب قسمتش ساز به بست	باقی	شش چند عدد شی کن و افزا یک را باقی بر یازده زن و سه بفزا
باقی اسمیست چون ز اسمای خدا ز آب کوثر بشو زبان را نوشت	〃	ای مدعی از حفظ کنی هست روا آنگاه بگیر نام این باقی را
باقی که نیاز شیوه عجز آئین است از چشم کشف مبین خلاف آئین	〃	در خلق خدا عاجز و بس مسکین است بنگر به حساب جمله باقی پائین است
جانان که ز دل گذشت در دل باقی است رویش همه جا او رفت و بوصل رفتگان شد مستغرق تا صبح نشور	〃	در سینه دلم بشکل سیل باقی است سرگرم فنا آن کس با دل گشته وصال باقی است صدها و بلا
این یکصد و سیزده رباعی بنگر کام تو همه بر آید اندر عالم	〃	از باقی هم عدد بدان و بشمر ای باقی فانی تو کنی ورد اگر

تمت بالخیر